باسمہ تعالیٰ

مراثیٔ مہذبؔ

مرتبہ
ڈاکٹر سید احمد میرزا مجرّب
اسسٹینٹ پروفیسر شعبۂ اردو شیعہ پی۔جی۔کالج لکھنؤ
Mob. 9389946118

ناشر
ادارۂ اصلاح
مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳ (انڈیا)

مشخصات

نام کتاب	:	مراثی مہذبؔ
مصنّفہ	:	ڈاکٹر سید احمد میرزا مجرّبؔ
کمپوزنگ	:	ممتاز
کور ڈیزائننگ	:	مہدی باقری
صفحات	:	80
سنہ اشاعت	:	اگست ۲۰۱۸ سنہ
مطبوعہ	:	امپریشن آفسیٹ پریس لکھنؤ
ناشر	:	ادارۂ اصلاح لکھنؤ
قیمت	:	پینسٹھ روپے (-/65)

ISBN13: 978-93-87479-12-8
ISBN10: 93-87479-12-9

ادارۂ اصلاح

مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳ (انڈیا)
فون و فیکس نمبر: 0091 522 4077872
E-mail:islah_lucknow@yahoo.co.in
www.islah.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا

خاندانی مرثیہ گو و مرثیہ خواں جناب سید محمد میرزا مہذبؔ لکھنوی ابن سید عسکری میرزا مودبؔ ابن سید حیدر میرزا ادبؔ ابن سید حسین میرزا عشقؔ ابن سید محمد میرزا انسؔ (صاحب دیوان و ماہر تاریخ گوئی) کے فی الحال تین معرکۃ الآرا مرثیے اس اشاعت میں شامل ہیں۔

(۱) انصار سید الشہداء لاجواب تھے۔ (۲) باقی ہے نام اہل وفا کائنات میں

(۳) بندۂ زر جو ہیں دولت کو خدا کہتے ہیں۔

جو اہل نظر و اہل ولا کے لئے بہترین علمی و ادبی سرمایہ ہیں۔ خوش قسمتی سے اس مختصر مجموعہ کے مرتب ان کے فرزند اصغر جناب سید احمد میرزا مجرّب لکھنوی ہیں۔ جو مذکورہ بالا سلسلہ کی چھٹی کڑی ہیں۔ معبود ان کے توفیقات میں اجافہ فرمائے اور وہ علامہ مہذبؔ لکھنویؒ کے دیگر مراثی کی ترتیب و اشاعت کا کارنامہ انجام دیں۔ حالات نے اجازت دی تو ادارۂ اصلاح لکھنؤ ان کی اشاعت پر بھی انشاءاللہ آمادہ رہے گا۔

فقط

سید محمد جابر جوراسی

مسئول ادارۂ اصلاح لکھنؤ

۲۰/اگست ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درحال حضرت امام حسین علیہ السلام

(انصار سید الشہدا لاجواب تھے)

تعداد بند: ۱۲۷

۱۸ فروری ۱۹۵۶ء مطابق ۵ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ (شنبہ)

(۱) انصار سید الشہدا لا جواب تھے — اپنی جگہ پہ سب گہرِ انتخاب تھے
دل سے فدائے جان رسالت مآب تھے — چمکے جو ڈوبنے پہ یہ وہ آفتاب تھے
اب تک ہے ایک نور زمین آسمان میں
ہے روشنی انھیں کے سبب سے جہان میں

(۲) وہ دن کہ راز دار حقیقت کہیں جسے — آئینۂ جمال شہادت کہیں جسے
پیغام و داستان مصیبت کہیں جسے — نکلی ہوئی حسینؑ کی حسرت کہیں جسے
وہ دن تھا روز عید خوش انجام کے لئے
پیغام تھا حیات کا اسلام کے لئے

(۳) باطل کو اپنی قوت و کثرت پہ ناز تھا — تائید حق اِدھر تھی تو قلّت پہ ناز تھا
اُس کو امیر شام کی دولت پہ ناز تھا — انصار کو حسینؑ کی غربت پہ ناز تھا
در پیش تھا کیا کد و کاوش کا سامنا
تیغوں کی آگ تیروں کی بارش کا سامنا

(۴) پائے تھے کیا حسین نے انصار با کرم　　باقی ہے جن سے آج تک اسلام کا بھرم
جب تک رہا رگوں میں لہو اور تنوں میں دم　　میدان کربلا میں جمائے رہے قدم
کٹوا کے سر جہان سے وہ منچلے گئے
منزل پہ بوجھ اُتار کے آگے چلے گئے

(۵) تھے سامنے پہاڑ ہٹاتے چلے گئے　　وہ پیاس تھی کہ آگ لگاتے چلے گئے
کمزوریوں کا زور دکھاتے چلے گئے　　مٹ کے نصیب اپنا بناتے چلے گئے
کوشش سپاہ شام کی ناکام ہو گئی
جس وقت یہ چراغ بجھے شام ہو گئی

(۶) کس واسطے جہان میں رہتے چلے گئے　　غم تشنگیٔ شاہ کا سہتے چلے گئے
جو داستاں کہی اُسے کہتے چلے گئے　　سیل وفا کے زور میں بہتے چلے گئے
دل کا جہاز خون کے دریا میں چھوڑ کے
دھارے کی زد پہ آ گئے لنگر کو توڑ کے

(۷) کفر و نفاق وظلم کا مدفن بنا گئے　　اسلام تار تار تھا دامن بنا گئے
کاغذ کے پھول کو گلِ سوسن بنا گئے　　اپنے لہو سے دشت کو گلشن بنا گئے
ایسے قدم جمائے ہٹاتی نہیں بہار
قائم ہے یوں کہ باغ سے جاتی نہیں بہار

(۸) اللہ ری ولائے حسینؑ فلک حشم　　مختار ہو کے جذبۂ نصرت ہوا نہ کم
راہ وطن سمجھ کے بڑھے جانب عدم　　بیعت ہٹی سروں سے نہ لیکن ہٹے قدم
دست وفا سے تھام کے دامن امام کا
گل کر دیا چراغ جفا اہل شام کا

(۹) لاکھوں سے دس بھلے ہیں جو ہوں دل سے خیر خواہ　　تھے منزل وفا میں گنہگار و بے گناہ
نور ایک تھا تو ایک ہوا نقطۂ نگاہ　　وہ رشک خضر بن گیا روکی تھی جس نے راہ
مسلک ہوا جب ایک مآل ایک ہو گیا
دل اس طرح ملے کہ خیال ایک ہو گیا

(۱۰) بے مثل و بے عدیل تھے انصار تشنہ کام　　سمجھے تھے فرض موت کو تھی زندگی حرام
واجب کی حد سے بڑھ گئی تھی نصرت امام　　تھی ان کے دم سے قوت قلب شہ انام
دل سے فدائے بادشہ حق شناس تھے
عباسؑ کی سپاہ تھے زینبؑ کی آس تھے

(۱۱) در اصل کائنات ہے ساری خدائی فوج　　معقول حد پہ آ گئی تھی مصطفیٰ کی فوج
کہتے ہیں جس کو فوج وہ تھی مرتضیٰ کی فوج　　اس درجہ مختصر تھی شہ کربلا کی فوج
جو آج تک زباں زد ہر خواص و عام ہے
اصغرؑ کا بھی شریک بہتر میں نام ہے

(۱۲) عاشور کا وہ دن وہ قیامت کا التہاب　　وہ روز امتحان سپاہ وفا مآب
دنیا کرے نہ صرف جوانوں کا انتخاب　　بوڑھے بھی کامیاب تھے بچے بھی کامیاب
دوڑی تھی ایک لہر بہتر کے خون میں
خون حبیب مل گیا اصغرؑ کے خون میں

(۱۳) تھے فخر روزگار عزیزاں جان نثار　　زینبؑ کے لال اکبرؑ مہرو وفا شعار
قاسمؑ بن حسنؑ ہوں کہ مسلمؑ کے گلعذار　　سب کا وقار حضرت عباسؑ نامدار
زہراؑ کی روح فاتح خیبرؑ کی جان تھے
المختصر حسینؑ کے لشکر کی جان تھے

(۱۴) عاشور کا وہ دن تھا مثالِ شب سیاہ　　برپا تھا جس میں معرکۂ حشر بے پناہ
ایجاد ظلم کر رہی تھی ظلم کی سپاہ　　کرتا تھا صبر، صبر کی دنیا کا بادشاہ
مرکز تھا شر و خیر کا میدان کربلا
دونوں کا آئینہ تھا بیابان کربلا

(۱۵) تھا شاہ کم سپاہ حسینؑ فلک مقام　　جس کا شمار فوج بنا انگلیوں کا کام
انصار جس کے کر گئے حدِّ وفا تمام　　جن کے لئے حیات ابد موت کا تھا نام
سب اس طرح نثار شہ کربلاؑ ہوئے
کل ایک دن میں حشر بہتر بپا ہوئے

(۱۶) ان سب نے دوپہر میں کیا خلد کو سفر　　جن کے لئے بنی تھی سحر، عید کی سحر
منزل وہ آ گئی کہ کسے جنگ پر کمر　　لشکر کی جان و روح علمدار نامور
جس نے خیال لشکرِ اعدا بدل دیا
اس کی وفا نے جنگ کا نقشہ بدل دیا

(۱۷) مشک و علم کو لے کے چلا موجد وفا　　ان دونوں منصبوں پہ دل و جاں سے تھا فدا
اسلام کی وہ جان یہ معصوم التجا　　زینبؑ کی وہ عطا یہ سکینہؑ کا مدعا
پڑتی تھیں اس وفا پہ نگاہیں جہان کی
دو بازیاں لگی ہوئی تھیں ایک جان کی

(۱۸) سب تشنہ کام اٹھ گئے پانی نہیں ملا　　کہنے کو رہ گئی یہ کہانی نہیں ملا
دریا کے سامنے تھی روانی نہیں ملا　　قطرہ بھی وقت تشنہ دہانی نہیں ملا
پلٹے یہ نہر سے نہ دم واپسیں پیا
اِن کو شرف یہ ہے کہ ملا اور نہیں پیا

(۱۹) تھے عہدہ دار امامؑ کے عباسؑ نامور وعدے کا بھی خیال تھا جسکا تھا خاص اثر
دونوں امانتوں پہ برابر کی تھی نظر کس کشمکش میں وقت جدل تھا وہ خوش سیر
مشک و علم میں عاشق سرور کی روح تھی
دو قالبوں میں ایک دلاور کی روح تھی

(۲۰) مشکیزہ بھر کے نہر سے پلٹا جو ذی وقار بے تاب کر رہا تھا سکینہؑ کا انتظار
شکل خیال تیز روانہ تھا راہوار اب تابع جلال تھا عنوان کارزار
کاندھے پہ وقت جنگ امانت دھرے ہوئے
جاتا تھا شیر مشک میں پانی بھرے ہوئے

(۲۱) مجبوریوں میں گھر جو گیا تھا وہ ذی حشم رخ تھا جری کا سوئے خیام شہ اممؑ
تن سے نکل کے روح چلی جانب عدم ظاہر میں گر کے خاک پہ ٹھنڈا ہوا علم
چھوڑا تھا دشت میں جسے حیدرؑ کی جان نے
مل کے اسی علم کو اٹھایا جہان نے

(۲۲) ان کا وجود مصلحت شیر کردگار اِن کا خیال خدمت شبیرؑ نامدار
نصرت کی رو میں زیست کی سمجھے یہ مستعار عباسؑ کی وہ ذات تھی دنیا میں یادگار
اک تشنہ کام امامؑ سے حاشا نہ اٹھ سکا
اتنا وفا کا وزن تھا لاشہ نہ اٹھ سکا

(۲۳) اکبر کو دی امامؑ نے آخر میں کیوں رضا در اصل روکتی رہی عباسؑ کی وفا
مقصد یہ تھا حسینؑ کا پہلے کروں فدا برداشت کر سکا نہ اسے جان مرتضیٰؑ
جب بحر رنج و غم و سہارا نہیں رہا
طوفان آ گیا کہ کنارا نہیں رہا

(۲۴) دشت بلا کے شوق میں گھو چھوڑ کر چلے فطرت کے تھا خلاف مگر چھوڑ کر چلے
ماں کا کرم تو لطف پدر چھوڑ کر چلے صابر کے دل میں غم کا اثر چھوڑ کر چلے
دے دی رضا مگر شہؑ جمہور بڑھ گئے
اکبرؑ کے ساتھ آپ بھی کچھ دور بڑھ گئے

(۲۵) اکبرؑ کی جنگ دیکھتے تھے شاہؑ حق شناس تنہا کو فوج شام میں گھر کے نہ تھا ہراس
قائم تھے مثل شیرؑ خدا شیر کے حواس تھی ابتدا شباب کی اور انتہا کی پیاس
دونا جہاد میں علیؑ اکبر کا زور تھا
دونوں کا ایک وقت برابر کا زور تھا

(۲۶) تنہا نہیں تھے شوق وغا ساتھ تھا ارمان قلب شاہؑ ہدا ساتھ ساتھ تھا
مادر کے دل کا زورِ دعا ساتھ ساتھ تھا زینبؑ کی محنتوں کا صلا ساتھ ساتھ تھا
گھر بھر کا دل نثار تھا وہ آن بان تھی
اکبرؑ کی ایک جان نہ تھی سب کی جان تھی

(۲۷) لڑتا تھا دھوپ میں دل شاہ فلک جناب ہونے کو تھا غروب امامت کا آفتاب
خود موت کا کیا تھا بہادر نے انتخاب جاتی ہوئی حیات تھی آیا ہوا شباب
تھا حسن صبر تشنہ دہانی کی آڑ میں
آئی ہوئی اجل تھی جوانی کی آڑ میں

(۲۸) دادا علیؑ تھے اور حسنؑ مجتبیٰ چچا بابا شہید راہ خدا شاہ کربلا
صورت بتا رہی تھی یہ ہیں شکل مصطفیٰؐ وحدت کے مرتبے پہ تھا ہر ایک مرتبہ
کس کو ملی نبیؐ کی شباہت جہان میں
تصویر بھی رہی تو اسی خاندان میں

(۲۹) میدان کربلا کا بپا سرفروش تھا   گویا یہاں کا مہر نبوت بدوش تھا
اسلام کا خیال تھا نصرت کا جوش تھا   تھی حق کی فکر حق پہ نظر حق نیوش تھا
اس تشنگی میں صابر اعظم کی شان تھی
منھ میں حسینؑ ابن علی کی زباں تھی

(۳۰) اکبرؑ کے ساتھ ختم ہوا لشکر امام   ہاتھوں پہ لے کے آئے ہیں معصوم تشنہ کام
چھوٹی سی جس کی جان ہے بانو کا لالہ فام   کافی ہے کمسنی کے بتانے کو جس کا نام
اس نے کچھ اس طرح سے کیا بے لڑے جہاد
حیرت سے دیکھتے ہیں بڑے سے بڑے جہاد

(۳۱) اس گھر کی فرد فرد کی ہمت کا حال ایک   خرد و بزرگ سب کی تھی حدِ کمال ایک
تھا دشت کربلا میں ہر اک کا سوال ایک   حق کے معاملے میں تھا سب کا خیال ایک
اکبرؑ کی زندگی ہو کہ اصغرؑ کی زندگی
تھی منزل وفا میں برابر کی زندگی

(۳۲) کیا مرتبہ تھا اصغرؑ عالی جناب کا   دامن میں تھا چھپا ہوا رخ آفتاب کا
ہاتھوں پہ شہؑ کے نام نہ تھا اضطراب کا   دھوکا تھا کافروں کو خدا کی کتاب کا
گو سعئ آب دشت میں ناکام ہو گئی
تبلیغ دین حق کی مگر عام ہو گئی

(۳۳) فعل امامؑ رہبر راہ شعور تھا   کیا علم تھا جو ناظر نزدیک و دور تھا
بچے کو لے کے اس لئے آنا ضرور تھا   تا دیکھ لے جہان کہ کس کا قصور تھا
جو کچھ کیا حسینؑ نے سب برمحل کیا
کیا سخت مرحلہ حق و باطل کا حل کیا

(۳۴) مشہور ہے یہ حق و صداقت کی داستاں　　کس درجہ خون اصغرؑ بے شیر تھا گراں
برداشت کر سکی نہ زمین اور نہ آسماں　　تھا جس کا وزن چہرۂ شبیرؑ سے عیاں
نکلا جو بے قصور لہو تشنہ کام کا
غازہ بنا رخ شہؑ عالی مقام کا

(۳۵) آمادۂ جہاد ہیں شاہنشہؑ زماں　　ہونے کو ہے تمام مصیبت کی داستاں
تنہا کھڑے ہیں ڈیوڑھی پہ سلطان انس و جاں　　یہ کہہ رہے ہیں کر کے نظر سوئے آسماں
مالک عطش کا زور ہے اتنا زبان میں
گر اف کروں تو آگ لگا دوں جہان میں

(۳۶) ہر ہر قدم پہ کام مرے تو بنائے جا　　جتنی تری خوشی ہو مجھے آزمائے جا
اپنے کرم سے حسن کے پردے اٹھائے جا　　میں امتحان عشق دوں تو دل بڑھائے جا
دیکھوں گا جب نگاہ سے جلوے جمال کے
رکھ دوں گا سامنے میں کلیجہ نکال کے

(۳۷) مالک حد وفا سے گذر لوں تو دیکھنا　　جو کام طے کیا ہے وہ کر لوں تو دیکھنا
پیمانہ حیات کو بھر لوں تو دیکھنا　　وعدے کی دھن لئے ہوئے مرلوں تو دیکھنا
اٹھوں گا یوں جہان سے دامن کو جھاڑ کے
ہر دل میں گھر کروں گا گھر اپنا اجاڑ کے

(۳۸) تو ناظر و سمیع ہے اے رب خاص و عام　　اس وقت تک کُل اٹھ گئے انصار نیک نام
ہوتا ہے ظلم و صبر کا دم بھر میں اختتام　　بے فکر ہوں کہ اب مجھے کوئی نہیں ہے کام
پیری میں ضعف تشنہ جگر رنگ لا چکا
وزن شباب اکبرؑ مہرو اٹھا چکا

(۳۹) دنیا فدا ہے عشق و محبت کے نام پر — قربان میں ہوں صبر و شجاعت کے نام پر
دیتا ہوں جان جرأت و ہمت کے نام پر — ہے دل مرا نثار شہادت کے نام پر
زینبؑ کو رنج دے کے سکینہؑ کو چھوڑ کے
جاتا ہوں سب سے رشتۂ الفت کو توڑ کے

(۴۰) آئی صدا وفا کا اثر دیکھتے ہیں ہم — تم سا کہاں جہاں میں بشر دیکھتے ہیں
کرتے ہو رخ جدھر کا ادھر دیکھتے ہیں ہم — تم ہم کو دیکھتے ہو نظر دیکھتے ہیں ہم
کر لو طلب یہ وقت نہیں ہے حجاب کا
دریا ہے جوش پر کرم بے حساب کا

(۴۱) ہے ہم کو قدر دیکھ رہے ہیں محبتیں — کیا کیا اٹھا رہے ہو جہاں کی مصیبتیں
چھوڑیں ہماری راہ میں دنیا کی راحتیں — کل انبیاؑ کی دیتے ہیں تم کو شفاعتیں
لے لو مسند رضا کی ہمیں اعتبار ہے
میدان حشر کا تمہیں اب اختیار ہے

(۴۲) تم نے نثار کر دئے جتنے تھے جاں نثار — دیتے ہیں ہم تمہیں بھی خدائی کا اختیار
رونق ہوئی جو باغ کی دورِ خزاں پہ بار — گُل پھول ساتھ لے کے چمن سے گئی بہار
خالی بہادروں سے جلو خانہ ہو گیا
گلشن میں خاک اڑ گئی ویرانہ ہو گیا

(۴۳) سن کے صدا بحال ہوئے شاہ بحر و بر — کی عرض ہے کرم ترا خلاق خشک و تر
تھا سامنے نوید کی صورت میں ہر خطر — پابند تھی خیال کی شبیر کی نظر
صورت نئی تھی رنجِ شہ خوش صفات کی
ہر داغ دل کا مہر بنا تھا ثبات کی

(۴۴) جلدی بہت تھی بادشہ خاص و عام کو دنیا تھا امتحان عطش تشنہ کام کو
کرتی تھی رسم ادا جو امامؑ انام کو رکھ کے نظر میں کثرت افواج شام کو
رخصت کے واسطے شہ صفدر چلے گئے
تیور بدل کے خیمے کے اندر چلے گئے

(۴۵) اصغرؑ کو لے کے گود میں جب سے برائے آب رن کو گئے تھے بادشہؑ آسماں جناب
بانوؑ کو ہجر میں تھا قیامت کا اضطراب دھڑکا یہ تھا کہ فوج میں دشمن ہیں شیخ و شاب
ماں تھیں تو دل لگا ہوا تھا شیر خوار میں
بیٹھی ہوئی تھیں جھولے کے پاس انتظار میں

(۴۶) ایک اک ادا کو بیٹھی ہوئی کر رہی تھیں یاد ایسی بندھی تھی آس کہ دل ہو رہا تھا شاد
حسرت پکارتی تھی کہ جلد آئے گی مراد آئیں گے اب پلٹ کے شہنشاہؑ خوش نہاد
دل کو یقین تھا مرا بے آب آئے گا
پیاسا گیا ہے دشت میں سیراب آئے گا

(۴۷) دنیا کو انتظار کا نقشہ دکھا دیا دل کو چراغ عشق و محبت جلا دیا
بستر پہ کی نگاہ شکن کو مٹا دیا گریے کی یاد آئی تو جھولا ہلا دیا
مجبور ہو کے ہاتھوں کو ملنے لگی غریب
جب کچھ بن پڑا تو ٹہلنے لگی غربت

(۴۸) کہتی تھیں دل سے اصغرؑ ناداں ہے بے قصور لشکر میں ہوں گے صاحب اولاد بھی ضرور
جب تشنگی بیان کریں گے شہ غیور روئیں گے پھیر پھیر کے منھ اہل مکر و زور
پھیرے گا تشنہ لب جو لبوں کو زبان پر
شرما کے سر جھکانا پڑے گا جہان کو

(۴۹) حق سے کبھی یہ عرض کہ تو ہے نگاہباں   ایسا نہ ہوگا تشنہ جگر زیر آسماں
یہ حدِّ سوز قلب ہے آتی ہیں ہچکیاں   اللہ رے ضعف نبض کو رفتار ہے گراں
حالت عطش سے غیر جو ہے تشنہ کام کی
مانی ہے نذر ساقئ کوثر کے نام کی

(۵۰) مالک تو اپنے بندوں کا ہر وقت ہے کفیل   بچنے کی تو نکال دے جلدی کوئی سبیل
ہے پیاس تین روز کی اور عمر ہے قلیل   جا کے مدینے رکھوں گی منت کی میں سبیل
سیراب آج تشنہ جگر کو جو پاؤں گی
جب تک جیوں گی پیاسوں کو پانی پلاؤں گی

(۵۱) پھر دل سے کہہ رہی ہیں یہ بانوئے دل فگار   پھر کے ضرور آئے گا میداں سے شیر خوار
میری دعا سنے پہ سنے میرا کردگار   لے کے ابھی گئے ہیں شہنشاہؑ نامدار
آغوش سے وہ ناز و نعم کا پلا گیا
حسرت سے دیکھتا ہوا مجھ کو چلا گیا

(۵۲) ڈیوڑھی سے اب روانہ ہوئے ہوں گے شاہدیں   ہاتھوں پہ رن میں جا رہا ہوگا مرا حسیں
بے چین ہوگا دھوپ کی شدت سے مہ جبیں   اشکوں سے تر تھی سوکھ گئی ہوگی آستیں
لب خشک ہیں کمال مرے خوش جمال کے
لے جائیں شہؑ خدا کرے دامن کو ڈال کے

(۵۳) نزدیک اب پہنچ گئے ہوں گے شہؑ انام   ہاتھوں پہ ہے حسینؑ کے بے شیر تشنہ کام
ہے کیا عجب کہ ہو متاثر سپاہ شام   پر ایک جام آب کے ملنے میں ہے کلام
مایوس ہوں حیائے شہؑ مشرقین سے
مانگا نہ جائے گا کبھی پانی حسینؑ سے

(۵۴) لیکن امید ہے کہ شہنشاہؑ خوش خصال　　یہ دیکھ کے کہ جان سے عاجز ہے نونہال
سوزِ عطش سے پیاس سے ہے زندگی وبال　　پانی کے ایک جام کا شاید کریں سوال
یہ بھی کہیں کہ منھ علیؑ اصغر کا خشک ہے
دم ہے لبوں پہ دودھ جو مادر کا خشک ہے

(۵۵) اب فوج سے یہ کہہ رہے ہوں گے بحال زار　　اصغرؑ ہے اس کا نام ہے بانوؑ کا گلعذار
پانی کے نام سے نہیں واقف یہ شیر خوار　　کہتی ہے کمسنی کہ نہیں ہے قصور وار
ارماں ہیں لاکھ ماں کے دل بے قرار میں
بیٹھی ہوئی ہے کب سے غریب انتظار میں

(۵۶) لشکر سے شہ نے آب کیا ہوگا اب طلب　　اک جام صف سے لے کے بڑھا ہوگا کوئی اب
سیراب رن میں ہو رہا ہوگا وہ تشنہ لب　　اب تن میں جان آ گئی ہوگی بفضل رب
دل سے فدا تھیں حسن رخ خوش جمال پر
بانو بنا رہی تھیں یہ نقشے خیال پر

(۵۷) میری مراد آ گئی کہتا ہے یہ ضمیر　　نادم خطا پہ اپنی ہوا لشکر شریر
سیراب اب تو ہو گیا ہوگا مرا صغیر　　اس کی خبر نہ تھی کہ گلے پر پڑا ہے تیر
اس کا نہ تھا گمان کہ دلبر گذر گیا
بیٹھی ہوں انتظار میں جس کے وہ مر گیا

(۵۸) اب شاد شاد رن سے چلے ہوں گے شاہ دیںؑ　　سیراب ہو کے آ رہا ہوگا مرا حسیں
ناگہہ خموش ہو کے یہ گویا ہوئی حزیں　　آہٹ بتا رہی ہے کہ شہ آ گئے قریں
حق سے دعا ہے کہ اثر دے زبان میں
اصغر کی جیسے آتی ہے آواز کان میں

(۵۹) ڈیوڑھی پہ جا کے کہتی ہوں شہ سے کہ آئیے		میں کب سے بے قرار ہوں دلبر کو لائیے
کہتی نہ تھی کہ لے کے تو اصغر کو جائیے		حالت عطش سے غیر سے پانی پلائیے
کیوں اس قدر ہراس شہ خوش صفات ہے
سب کھائیں گے ترس کہ یہ بچے کی بات ہے

(۶۰) بانو کو تھا خیال کہ ہے تین دن کی پیاس		وہ کرب ہے عطش سے کہ ہے زندگی سے یاس
پانی پئے سنبھل کے کہاں اس قدر حواس		ہوگا ضرور بھیگا ہوا لال کا لباس
قربان لاکھ حسرتیں ہوں اس خیال کے
جھولے میں رکھ لیا تھا شلوکہ نکال کے

(۶۱) بہتر ہے انتظار سے ہے ماں کا انتظار		ڈیوڑھی کی سمت دیکھ رہی تھیں جو بار بار
دیکھا اٹھا کے پردۂ در کو بحال زار		آتے ہیں سر جھکائے ہوئے شاہ نامدار
سمجھیں کہ حسرتوں کی غضب ابتری ہوئی
ہاتھوں میں شاہ دیں کے ہے مٹی بھری ہوئی

(۶۲) سبط رسول صحن کی جانب چلے اُدھر		خیمے سے اپنے بانوئے مضطر چلیں اِدھر
گھبرا کے بیبیوں کو یہ فضہ نے دی خبر		تنہا امامؑ آئے ہیں اصغر گئے کدھر
جلدی چلو کہ رنج و مصیبت کا وقت ہے
بانو بھی آ گئیں ہیں قیامت کا وقت ہے

(۶۳) پہونچے جو صحن میں تو رکے شاہ دو جہاں		بیکس قریب آ گئی تیزی سے ناگہاں
سب بیبیاں تڑپ کے ہوئیں اس طرف رواں		بانو نے عرض کی مرا بے شیر ہے کہاں
خیمے میں کیوں اکیلے چلے آئے ہیں حضور
کیا دشمنوں کو دشت میں دے آئے ہیں حضور

(۶۴) آقا میں بن میں لٹتی ہوں مجھ کو بچایئے کیوں دے کے فوج شام کو آئے بتایئے
ہے دشمنوں میں لال مرا جلد جایئے یا شاہ دیں ابھی مرے بچے کو لایئے
دنیا سے تشنہ کام گذر جائے گا غریب
غیروں کو دیکھ دیکھ کے مر جائے گا غریب

(۶۵) یہ اس کا حال زار تھا اے آسماں سریر سویا تھا تین دن سے نہ میرا مہ منیر
تھی ہر ادائے بیکسی و یاس دل کو تیر کیا رکھ سکے گا میری طرح لشکر شریر
اتنا کہوں گی خدمت عالیؑ مقام میں
دن کو ستارہ ڈوب گیا فوج شام کو

(۶۶) آتی تھی فوج شام کے باجوں کی جب صدا مجھ سے دہل دہل کے لپٹتا تھا مہ لقا
ہے تشنگی میں ضعف و نقاہت کی انتہا کافی ہے بہر تشنہ دہن تیر کی ہوا
ہوگا قرار کب اسے سیماب کی طرح
بے تاب ہوگا ماہئ بے آب کی طرح

(۶۷) منظر وہ تھا کہ روتے تھے اہل حرم تمام تھے بیبیوں کے بیچ میں شاہؑ فلک مقام
زینبؑ نے ہاتھ جوڑ کے شہؑ سے کیا کلام کیوں بھائی رن میں تشنہ دہن ہو گیا تمام
چہرہ لہو سے سرخ ہے زخموں سے چور ہیں
خالی ہیں دونوں ہاتھ اکیلے حضور ہیں

(۶۸) بانو یہ چاہتی ہیں کہ جلدی ملے جواب خاموش مصلحت سے ہیں شاہؑ فلک جناب
بے چین کر رہا ہے قیامت کا اضطراب رکتی نہیں کہیں پہ کہ ہے حال دل خراب
اک جا پہ رک کے بات بھی کرتی نہیں کہیں
ہوک اٹھ رہی ہے دل میں ٹھہرتی نہیں کہیں

(۶۹) مجبور ہو کے کہنے لگے شاہؑ حق شناس ہاتھوں پہ میرے بجھ گئی تشنہ دہن کی پیاس
آئے تھے جس کے پاس سے پہنچے اسی کے پاس بانو کسی طرح کا نہیں ہے مجھے ہراس
ایسی پھر اب نہ آئے گی منزل جہان میں
ہے تم پہ فرض صبر کرو امتحان میں

(۷۰) یہ سن کے پیٹنے لگیں سر بیبیاں تمام شرمائے کہہ کے بادشہؑ آسماں مقام
بانو نے عرض کی کہ یہ فرمایئے امامؑ کیونکر گیا جہان سے بے شیر و تشنہ کام
مہمان نوازیوں کی وہ عادت کہاں گئی
یا شاہ دیں عرب کی حمیت کہاں گئی

(۷۱) گویا ہوئے حسینؑ سنو بانوئے حزیں اللہ جانتا ہے کہ میری خطا نہیں
وہ پیاس تھی کہ جان کا خطرہ تھا بالیقیں اس واسطے میں لے کے گیا سوئے فوج کیں
تم یہ نہ کہہ سکو کہ خبر لی نہ آپ نے
دیکھا نہ مڑ کے پیاس میں بیٹے کو باپ نے

(۷۲) اکھڑا ہوا تھا ضعف سے دم خوش جمال کا پانی پہ اختتام تھا میرے سوال کا
لشکر نے کیا جواب دیا ہے کمال کا گردن پہ آ کے تیر پڑا تین بھال کا
مجھ پر نگاہ یاس جما کے گذر گیا
منھ سے لہو اگل کے اسی وقت مر گیا

(۷۳) مگر پسر کی سن کے خبر اڑ گئے حواس دامن پکڑ کے سبط نبیؐ کا بہ درد و یاس
کہنے لگی نصیب کی ماری بصد ہراس اصغر کو لوں گی آپ سے میں شاہ حق شناس
کس طرح صبر بادشہؑ کربلا کروں
میری تو کوکھ اجڑ گئی مولا میں کیا کروں

(۷۴) اس غم سے دل کو آ نہیں سکتا کبھی قرار　　دیکھی نہیں شباب کی آتی ہوئی بہار
قائم کروں گی اپنے مسافر کی یادگار　　چھوڑا سا اک بنا کے بہت خوشنما مزار
تربت پہ روز پھولوں کی چادر چڑھاؤں گی
سب جائیں میں پلٹ کے مدینے نہ جاؤں گی

(۷۵) ہیں میرے ایک دل پہ نمایاں ہزار داغ　　روشن کروں گی رات کو میں صورت چراغ
رونے سے دن کو پاؤں گی جس وقت میں فراغ　　چاروں طرف لحد کے لگایا کروں گی باغ
سب حسرتوں کا گور غریباں بناؤں گی
میں اپنے گل کے نام کی بستی بساؤں گی

(۷۶) پہلے میں اپنے لال سے اٹھتی جہاں سے کاش　　یہ التجا ہے میرا کلیجہ ہے پاش پاش
کیا مجھ کو علم دفن ہوئی ہے کہاں پہ لاش　　جنگل میں ہو کوئی تو نشانی دم تلاش
سو جان سے نثار ہوں میں شیر خوار پر
رکھ دیجئے گا اس کا شلوکہ مزار پر

(۷۷) پایا جوں ہی اشارۂ سلطان کربلا　　زینبؑ نے بڑھ کے ہاتھ سے دامن چھڑا لیا
اٹھ کے چلی تڑپ کے غم و ہم کی مبتلا　　جھولے پہ رکھ کے سر کو یہ دینے لگی صدا
ڈالا تھا جس کے چین کی خواطر چلا گیا
منزل اداس ہے کہ مسافر چلا گیا

(۷۸) سہمی ہوئی کھڑی تھی سکینہؑ بہ اضطراب　　زینبؑ سے شاہ دیں نے کیا اس طرح خطاب
جب میں نہ ہوں گا ظلم و جفا کا کھلے گا باب　　روکے گا کون آئے گا جب شمر بے حجاب
پیش نظر ہیں غم جو سکینہ اٹھائے گی
ہنسنے کا ذکر کیا ہے یہ رونے نہ پائے گی

(۷۹) گھر بھر پہ ہوگا ظلم یزیدی کا اختتام　　پہنے گا بیڑیاں مرا سجادؑ نیک نام
کل اہلبیتؑ اٹھائیں گے تکلیف صبح وشام　　ہو کے اسیر جائیں گے جس وقت سوئے شام
آئے گی اس کو موت اندھیرے مکان میں
کچھ دن فقط رہے گی سکینہؑ جہان میں

(۸۰) یہ کہہ کے شاہؑ دیں نے کیا رخ جو سوئے در　　بیکس پہ ڈالی یاس کی ہر ایک نے نظر
خواہر سے شاہ دیں نے کہا ہے دم سفر　　تم صابرہ کی جان ہو دل پر نہ لو اثر
ہے وقت صبر، رنج کے دریا کو روکنا
زینبؑ میں جا رہا ہوں سکینہؑ کو روکنا

(۸۱) یہ کہہ کے آئے خیمۂ فرزند میں امامؑ　　غش میں پڑے تھے سید سجادؑ نیک نام
چونکا کے یوں ہوئے متکلم شہؑ انام　　ہے وقت ہجر وصل کی مدت ہوئی تمام
عہدہ نیابت صمد کارساز ہے
کہتا ہوں جو سنو کہ امامت کا راز ہے

(۸۲) یہ کہہ کے راز کر دئے تعلیم سر بسر　　سنتے رہے بخار میں سجادؑ نامور
گھبرا کے دیکھتی تھی سکینہ سکینہ ادھر ادھر　　جلدی میں پیار کر کے شہنشاہ نامور
خیمے سے جان حیدر صفدر چلے گئے
مل کے سبھوں سے سبط پیمبر چلے گئے

(۸۳) میداں میں منتظر تھی ابھی فوج روم وشام　　نکلے محل سرا سے امامؑ ذوالاحترام
آمادۂ جہاد ہوئے خود شہؑ انام　　سب ہو چکے تھے یاور سبط نبیؐ تمام
پیش نظر تھی غیرت الیاس کی وفا
رہ رہ کے یاد آتی تھی عباسؑ کی وفا

(۸۴) دل تھا خدا کی سمت شہ خوش صفات کا اور جانب حسینؑ تھا رخ کائنات کا
درپیش مسئلہ تھا حیات و ممات کا امت کے سامنے تھا مرقع نجات کا
بن میں تباہ ہوتی تھی محنت بتولؑ کی
پروان چڑھ رہی تھی ریاضت رسولؐ کی

(۸۵) ڈیوڑھی اداس دیکھ کے الجھا جو شہؑ کا دم تعجیل تھی بڑھے سوئے رہوار خوش قدم
دامن کو روکتی رہی تنہائی حرم ٹھہرے نہ ایک آن امامؑ فلک شیم
باقی نہ تھی جو اب کوئی حد انتظار کی
سبط رسولؐ پشت پہ تھے راہوار کی

(۸۶) حدِّ کمال پر ہے کمال رُخِ حسینؑ ہے غیظ ذوالجلال جلال رخ حسینؑ
کل حسن ما سوا ہے جمال رخ حسینؑ قرآں سمٹ کے بن گیا خال رخ حسینؑ
پھیلا ہے نور مصحف رخ لا جواب ہے
ٹھہرا ہوا افق کے قریب آفتاب ہے

(۸۷) تنہا جو رہ گئے تھے تو غربت پہ ناز تھا اپنے ہی ہاتھ اپنی ہی قوت پہ ناز تھا
خود رحمت خدا تھے تو رحمت پہ ناز تھا تھی اِس غضب کی پیاس کہ شدت پہ ناز تھا
حد کمال صبر دکھائی امامؑ نے
طوفاں عطش کا روک لیا تشنہ کام نے

(۸۸) کل قوتیں مدد کو بڑھیں جانب امام گھبرا کے ضعف شہؑ نے کیا رخصتی سلام
دوڑی نگاہ غیظ جوں ہی سوئے فوج شام آئی ندائے غیب ہے محبوب تشنہ کام
پا کے مطیع فاطمہؑ کے نور عین کو
کل اختیار ہم نے دیا ہے حسینؑ کو

(۸۹) اس کی وہ ذات ہے جو عدیم المثال ہے دنیا جہاں پہ روئے وہاں یہ بحال ہے
زہراؑ کا نور عین ہے حیدرؑ کا لال ہے اس کا جلال و غیظ ہمارا جلال ہے
چاک آئے کہنیوں تک اگر آستین کے
الٹیں گے ہم ارادے پہ طبقے زمین کے

(۹۰) اب جو بھی یہ کہے گا وہ پوری کریں گے ہم کھائی ہے ہم نے عزت و اجلال کی قسم
طوفان ہے کہ جوش میں ہے قلزم کرم اِس نے بڑھا دیا ہے حد صبر سے قدم
یہ تشنہ کام قلب محمدؐ کا چین ہے
اب نا خدائے کشتئ امت حسینؑ ہے

(۹۱) آتا ہے قتل گاہ میں دینے کو امتحاں اس کے سوا کسی کا یہ دل یہ جگر کہاں
تا حشر اس کے نام کے ہم ہیں نگاہباں بیکس کی ہر زباں میں بیاں ہوگی داستاں
بدلے نہ جو کبھی وہ زمانہ حسینؑ ہے
امت کی مغفرت کی بہانہ حسینؑ ہے

(۹۲) ہر دور ہیں نگاہ میں پیارا حسینؑ ہے ٹوٹے نہ جو کبھی وہ سہارا حسینؑ ہے
بہتا ہوا نجات کا دھارا حسینؑ ہے ہم ہیں حسینؑ کے تو ہمارا حسینؑ ہے
دنیا تلاش کرتی تھی جس کار ساز کو
طوفاں سے وہ نکال رہا ہے جہاز کو

(۹۳) اس کی سوا خدا کے کسی پر نظر نہیں جن و ملک جہاں پہ ڈریں اس کو ڈر نہیں
زخموں سے چور چور ہے لیکن اثر نہیں یہ انتہائے صبر ہے اپنی خبر نہیں
اک دل پہ داغ اکبرؑ و اصغرؑ لئے ہوئے
کیا مطمئن ہے ہم پہ بھروسہ کئے ہوئے

(۹۴) سن کے صدائے غیب شہؑ کربلا بڑھا　　گھوڑا بڑھا، امامؑ بڑھے، حوصلہ بڑھا
مشکل کی سمت ثانی مشکل کشا بڑھا　　دیتا ہوا نقیب ظفر یہ صدا بڑھا
ہے ارتقا پہ حق کے فدائی کا اختیار
بندے کو مل چکا ہے خدائی کا اختیار

(۹۵) شبیر غیظ میں جو سوئے دشت تھے رواں　　اس دن کے ساتھ خاص تھا اس وقت کا سماں
کہتا تھا رن جلال الٰہی کی داستاں　　تھا زد پہ انقلاب کی ٹھہرا ہوا جہاں
گھبرا کے چھا لیا تھا اجل نے حیات کو
فیض قدم نے روک لیا کائنات کو

(۹۶) جاتے تھے رخش اڑاتے ہوئے شاہ ذی وقار　　سُرعت تھی یا ہوائے مجسم تھا راہوار
دہشت سے اٹھ رہا تھا لرزتا ہوا غبار　　ناگاہ دشت میں یہ ہوا شور ایک بار
حیدرؑ کے دل نبیؐ کے نواسے سے جنگ ہے
بھاگو کہ تین روز کے پیاسے سے جنگ ہے

(۹۷) پہنچے قریب فوج جو شاہنشہ انام　　گھوڑے کو روک کے یہ کیا آپ نے کلام
ہم آئے ہیں جہاد کو لے کے خدا کا نام　　ہوتا ہے ظلم و صبر کا دم بھر میں اختتام
وقت جدل دکھائیں گے حیدرؑ کی شان کو
یہ کارزار یاد رہے گی جہان کو

(۹۸) ختم الرسلؐ مرے جدِ امجد شہ عرب　　جن کو خدا نے عرش پہ شب کو کیا طلب
میں ہوں جہان میں دل و جان رسولؐ رب　　ان کے جو تھے کمال وہ حاصل ہیں مجھ کو سب
نعلین جن کی عرش کی سرتاج ہو گئی
مجھ کو انھیں کے دوش پہ معراج ہو گئی

(۹۹) میرا حسب نسب ہے زمانے میں لاجواب   قدرت نے خود کیا ہے دو عالم میں انتخاب
بھائی حسنؑ ہیں حجت معبود شیخ و شاب   مادر نبیؐ کی جان بتولؑ فلک جناب
ایسی کسی کی ماں نہیں دنیائے زشت میں
سردار جس کے پھول ہوں باغ بہشت میں

(۱۰۰) بھیجی جو وحی خالق ہر شیخ و شاب نے   کتنا شرف دیا ہے پیغمبرؐ کے خواب نے
زانو پہ سر رکھا جو رسالتمآبؐ نے   دیکھا افق سے پھیر کے منھ آفتاب نے
بھرتے جو ہیں خلوص سے دم کارساز کا
رہتا ہے انتظار ہماری نماز کا

(۱۰۱) تھی پردۂ خِفا میں یقیناً خدا کی ذات   نا واقف کمال الٰہی تھی کائنات
کہتے ہیں وہ نہ قابل انکار ہو جو بات   خلائق دو جہاں سے مشابہ جو تھے صفات
کافر ہماری وجہ سے پہچاننے لگے
دیکھا ہمیں، خدا کو خدا ماننے لگے

(۱۰۲) جان لسان حق ہوں بہ خلاق دو جہاں   چوسی ہے میں نے احمدؐ مختار کی زباں
علم رسول کا ہے خزانہ مرا دہاں   اِسکی دلیل یہ ہے کہ زہراؑ ہیں میری ماں
میں روح و جان فاتح بدر وحنین ہوں
جو شیر فاطمہؑ سے پلا وہ حسین ہوں

(۱۰۳) جو جو مشرف ملے ہیں وہ یزداں سے پوچھ لو   ہے اپنے دم سے گردش دوراں سے پوچھ لو
روکا ہے ہم نے نوح کے طوفاں سے پوچھ لو   جو بات حق نے دی ہے وہ قرآں سے پوچھ لو
اپنی خوشی سے اپنی زباں کھولتے نہیں
جب تک خدا کا حکم نہ ہو بولتے نہیں

(۱۰۴) خادم ملک ہوں جس کے وہ انسان ہیں ہمیں　　حق کا تمام خلق میں فرمان ہیں ہمیں
بخشش ہمارا نام ہے ایمان ہیں ہمیں　　دنیا میں بولتا ہوا قرآن ہے ہمیں
احکام خاص آئے جو سارے جہان پر
مُہرِ سکوت حق نے لگا دی زبان پر

(۱۰۵) ہم حق کے رازدار ہیں قدرت گواہ ہے　　ہیں جانشین خاص نبوتؐ گواہ ہے
نائب ہیں کردگار کے عصمت گواہ ہے　　دل سے نثار ہیں شب ہجرت گواہ ہے
بازی لگا کے فرش پیمبرؐ پہ جان کی
سوئے جو ہم تو کھل گئیں آنکھیں جہان کی

(۱۰۶) وعدے کی دھن لئے ہوئے آئے جہاں میں ہم　　جو کچھ کہا وہ کر کے چلے جانب عدم
دنیا کے جس جگہ پہ نہ ثابت رہیں قدم　　پتھر پہ گاڑتے ہیں وہاں فتح کا علم
کی ہم نے ختم مرحب و عنتر کی داستاں
دنیا کو یاد ہے در خیبر کی داستاں

(۱۰۷) دنیا ہمارے ڈر سے ہٹی اور نہ ہم ہٹے　　کھائی نہ ہے شکست نہ لے کے علم ہٹے
آ کے ہمارے سامنے کوہ ستم ہٹے　　لیکن کبھی نہ رن سے ہمارے قدم ہٹے
ہم سا تمام خلق خدا میں جری نہیں
خالی کیا صفوں کو طبیعت بھری نہیں

(۱۰۸) یہ کہہ کے کھینچ لی شہ والا نے ذوالفقار　　حملہ تھا اس غضب کا ہوا حشر آشکار
زخموں سے چور ہو کے جو رن میں گرے سوار　　دہشت سے کانپتی ہوئی نکلی لہو کی دھار
عادل کا وار قہر خدائے علیم تھا
تلوار جس کے سر پہ پڑی وہ دو نیم تھا

(۱۰۹) جھپٹے جدھر امامؑ قیامت ہوئی عیاں — تھرّا گئی زمین جھکا پیر آسماں
تنہا اِدھر حسینؑ اُدھر لشکر گراں — دریائے خوں ہے تیغ سے چاروں طرف رواں
ہر روح بے قرار ہے پیکر کے واسطے
تن خاک پر تڑپ رہے ہیں سر کے واسطے

(۱۱۰) جب آستیں الٹ کے شہ بحر و بر بڑھے — رخ جن کے اس طرف تھے وہ مڑ کر اُدھر بڑھے
کرتے ہوئے سپاہ کو زیر و زبر بڑھے — تھی دھوپ لاکھ پیاس نے روکا مگر بڑھے
حملے جو کر رہے ہیں چبا کے زبان کو
محسوس ہو رہا ہے تزلزل جہان کو

(۱۱۱) اُس حد پہ آ چکی تھی تشنہ لب کی پیاس — انسان تو کیا ملک کے نہ قائم رہیں حواس
آنے لگا قریب جو دنیا کا کل ہراس — کل قوتوں نے خلق کی، کی بڑھ کے التماس
گر حکم ہو بچا لیں شہ مشرقین کو
دل نے کہا نہیں ہے ضرورت حسینؑ کو

(۱۱۲) شبیر کا جہاد تھا دنیا میں شاہکار — روکے ہوئے تھا غیظ کو اللہ رے اقتدار
بڑھتے تھے بار بار ٹھہرتے تھے بار بار — حل کر رہے تھے مسئلۂ جبر و اختیار
حملہ کیا وہ ایک دوبارہ نہیں کیا
امت تباہ ہو یہ گوارہ نہیں کیا

ساقی نامہ

(۱۱۳) ساقی پلا شراب کہ جانے کو ہے شباب — ڈوبے گا کچھ دنوں میں جوانی کا آفتاب
ہو جاتی ہے خمار سے حالت مری خراب — ہے میرا خاندان بھی پینے میں انتخاب
صدقے میں ساقیا شہ گردوں رکاب کے
جلدی عطا ہوں جام پہ جام آفتاب کے

(۱۱۴) کرنی ہے نظم جنگ حسینؑ فلک مقام — کوثر کا جلد ساقی کوثر عطا ہو جام
آئے شباب شیب کا باقی رہے نہ نام — آپس میں دیکھ دیکھ کے دنیا کرے کلام
کیا زورِ جامِ عشق ہے خالق کی شان ہے
کل تک تھا پیر آج مہذبؔ جوان ہے

(۱۱۵) فرزند ایک میں نے کیا تھا کبھی طلب — ساقی کا یہ کرم ہے کہ پایا بفضل رب
ذاکر ہے آٹھ سال کا نعمت ملی تھی جب — موقع عطا ہوا ہے تشکر کا مجھ کو اب
ہوں شاد روح و جان مودبؔ ملا مجھے
درگاہ کبریا سے مقربؔ ملا مجھے

(۱۱۶) میں ہوں جو دل سے عاشق شاہنشہ انام — خادم کا ان کے نام پہ رکھا ہے میں نے نام
میخوار مل چکا تھا خلاق خاص و عام — میکش اک اور دے دیا امسال لالہ فام
وجہ سکون و راحت و آرام مل گئے
مانگا جو ایک جام تو دو جام مل گئے

(۱۱۷) دونوں یہ ہیں عطیۂ سلطان نیک ذات — ہیں دونوں نونہال مودب کی کائنات
کہتے ہیں اِن کو جان ادب ہیں جو خوش صفات — گویا ملی ہے عشقؔ و تعشقؔ کو پھر حیات
باقی رہے گا نام سبھوں کا جہان میں
دونوں سے چار چاند لگے خاندان میں

(۱۱۸) دل سے بڑے کو عشق شہ لا جواب ہے — اور الفت حسینؑ میں مست شراب ہے
چھوڑا ریاض عشق و ادب کا گلاب ہے — کمسن فدائے اصغرؑ عالی جناب ہے
ہے جاں نثار فاطمہؑ کے نور عین کا
کرتا ہے سب کو دیکھ کے ماتم حسینؑ کا

(۱۱۹) ساقی ہے ایک میکدہ میں تیرے بادہ خوار　　جو میکشوں کو چھیڑتا رہتا ہے بار بار
اک تیر بن کے ہوتی ہے ہر بار دل کے پار　　در اصل ہے عدوئے حسینؑ فلک وقار
مانگے اگر شراب محبت تو ٹال دے
ضدی بہت ہے بزم سے اپنی نکال دے

(۱۲۰) تھی پیاس کارنامۂ سلطان دیں پناہ　　یہ شاہکار وہ ہے کہ دشمن بھی ہیں گواہ
عاشور اور تذکرۂ غسل واہ واہ　　ساقی تمام محنت شبیر کی تباہ
پیاسے کو جام آب طہارت پلا دیا
اس نے شراب صبر میں پانی ملا دیا

(۱۲۱) چلتی تھی ایک وقت میں دنیا کی جب شراب　　اس دور کو سمجھتا ہے ساقی یہ کامیاب
مانگے اگر شراب تو دینا یہی جواب　　تو کیا کرے گا کہ دے گئی دھوکا تجھے سراب
ہے عہد کامیاب جناب امیر کا
چلتا ہے دور بادۂ خم غدیر کا

(۱۲۲) جو یہ کہے کہ سبطؑ پیمبر تھے تشنہ کام　　ساقی ملے شراب محبت کا اس کو جام
جو منکر عطش ہو یہ خلاق خاص و عام　　دینا نہ ایک جام مئے عشق ہے حرام
مانگے اگر تو صاف یہ ساقی جواب ہے
قائل ہے آب کا وہی تیری شراب ہے

(۱۲۳) دیکھا ہے ہم نے رنگ یہ ساقی بہ کردگار　　ہوتی تھی اِن کی نرم دلی رخ سے آشکار
دشمن کو دیکھ کے انھیں آتا نہ تھا قرار　　باغی گیا تھا سوئے عدم ایک بادہ خوار
تھا وہ پڑا ہوا مئے دنیا پیئے ہوئے
یہ رو رہے تھے چاک گریباں کئے ہوئے

(۱۲۴) کہتا ہے قول سب کا ہے دور حیات اور — سال اور ماہ اور تو دن اور رات اور
معصومؑ کے ہیں عہد کی رو سے صفات اور — بچپن کی بات اور جوانی کی بات اور
ساقی رطب کھلا کے حسنؑ سے امام کو
دنیا کی مئے سے بھر دیا عصمت کے جام کو

(۱۲۵) کہتے ہیں صاف کام نہیں ہے حجاب سے — خواہش یہ ہے کہ داد ملے شیخ و شاب سے
انکار ہے انھیں شرف بوترابؑ سے — نقطہ اڑایا با کا خدا کی کتاب سے
مطلب کی اپنی بات جہاں میں فقط کہی
جو بھی کہی خدا کی قسم بے نقط کہی

(۱۲۶) ساقی یہ حکم خالق ہر خاص و عام ہے — معصومؑ اس کو دفن کرے جو امام ہے
دین خدا مٹے اِنھیں مقصود نام ہے — اُس کو حلال جانتے ہیں جو حرام ہے
اس درجہ انحراف کیا حق کے ساتھ سے
پی لی شراب لے کے یہودی کے ہاتھ سے

(۱۲۷) خالص ہو جس کو عشق وہ دیوانہ اور ہے — جو شمع پر فدا ہو وہ پروانہ اور ہے
ان کی شراب اور ہے پیمانہ اور ہے — ساقی ہمارا اور ہے میخانہ اور ہے
پیر مغاں کے واسطے عصمت کی شرط ہے
ان کے یہاں فقط بشریت کی شرط ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درحال حضرت امام حسین علیہ السلام

(باقی ہے نام اہل وفا کائنات میں)

تعداد بند: ۱۳۷

(۱) باقی ہے نامِ اہلِ وفا کائنات میں		آئینۂ کمال تھے دورِ حیات میں
الفت خدا کی دی ہوئی داخل تھی ذات میں		آنے دیا نہ فرق قدم کے ثبات میں
حملے عداوتوں کے جہاں میں بڑے رہے
یہ عمر بھر جہاں پہ کھڑے تھے کھڑے رہے

(۲) کمزوریوں میں قوت دل کو بڑھا دیا		بڑھتے ہوئے پہاڑ کو پیچھے ہٹا دیا
کس نسل سے ہیں اپنے عمل سے بتا دیا		جس وقت بات پڑ گئی مر کے دکھا دیا
ہوش و حواس دیکھنے والوں کے کھو گئے
یہ جان دے کے زندۂ جاوید ہو گئے

(۳) اپنے کمال نفس کے ڈنکے نجا دئے		دریائے علم بے وطنی میں بہا دئے
عالم کو تیغِ صبر کے جوہر دکھا دئے		دنیا سے اٹھ کے آنکھوں کے پردے اٹھا دئے
بڑھ بڑھ کے دست ظلم و جفا تھک کے رک گیا
کیا وزنِ صبر تھا سرِ انصاف جھک گیا

(۴) گذرے ہیں ایسے عاشق حق اس جہان میں　　آنے دیا نہ فرق کبھی آن بان میں
فردِ فرید تھے جو زمیں آسمان میں　　وہ تیسرے شہید ہیں ہندوستان میں
باقی ہے جس کا رنگ وہ تصویر کھینچ لی
خود مر کے روح عدل جہانگیر کھینچ لی

(۵) تھے عالم جلیل جہاں نائب امام　　شستر میں کر سکے نہ کسی وجہ سے قیام
تھا دل میں خاص جذبۂ تبلیغِ خاص و عام　　رخ سوئے ہند کر دیا لیکے خدا کا نام
پائی جب انتہا کی کشش دل کے شوق میں
گھر سے نکل کھڑے ہوئے منزل کے شوق میں

(۶) تھی زندگی علیؑ کی محبت کے واسطے　　پیدا ہوئے تھے دین کی خدمت سے واسطے
شکل سپر تھے حق کی حمایت کے واسطے　　یہ منتخب ہوئے تھے شہادت کے واسطے
جنت میں دل کے غنچۂ امید کھل گئے
جا کے حبیب ابن مظاہر سے مل گئے

(۷) شوقِ خیالِ گلشنِ رضواں نہیں چھٹا　　جو جان آخرت تھا وہ ساماں نہیں چھٹا
اک آن اہلبیتؑ کا داماں نہیں چھٹا　　اہل و عیال چھٹ گئے ایماں نہیں چھٹا
تبلیغِ دینِ حق ہوئی سارے جہان میں
پیغام لے کے آ گئے ہندوستان میں

(۸) وہ دور اکبری تھا غنیمت کہیں جسے　　ایماں کا وقت راحت و مہلت کہیں جسے
آئینۂ جمال سیاست کہیں جسے　　دنیا پرست عہد حکومت کہیں جسے
کچھ مطمئن جو دل تھا تو چہرے پہ خون تھا
ہر اک کو اس زمانے میں قدرے سکون تھا

(۹) اللہ دور اکبر اعظم کا انقلاب ہلکی پڑی تھی چہرۂ اسلام پہ نقاب
جزدان میں تھی شرم سے اللہ کی کتاب بام عروج پر تھا سیاست کا آفتاب
ظاہر بتا رہا تھا تعصب ذرا نہ تھا
اس وقت وہ رسولؐ نہ تھے وہ خدا نہ تھا

(۱۰) یکبار ایک صاحب ایماں عیاں ہوا شستر کا ہند میں مہ تاباں عیاں ہوا
آیت خدا کی حافظ قرآں عیاں ہوا عمار عہد وقت کا سلماں عیاں ہوا
دامان ایک ہاتھ میں تھا بوترابؑ کا
حامل تھا ایک ہاتھ خدا کی کتاب کا

(۱۱) دربار میں بلا کے کہا با صد احترام روشن دماغ آپ ہیں نور خدا ہے نام
کرتا ہوں میں سپرد عدالت کا انتظام تا مطمئن ہوں بندۂ معبود خاص و عام
قاضی ہیں آپ فیصلے صبح و مسا کریں
جاری تمام خلق پہ حکم خدا کریں

(۱۲) بولے شہید اماموں کے ہیں نام الگ الگ ہیں چار اور سب کے ہیں پیغام الگ الگ
ہر اک کی ہے شریعت اسلام الگ الگ قرآن پاک ایک ہے احکام الگ الگ
حق فیصلہ ہو مرضئ پروردگار ہے
ہر ایک پر عمل کا مجھے اختیار ہے

(۱۳) دی دین جعفری نے صدا اے شہید واہ ظاہر قصور وار ہے باطن ہے بے گناہ
راہیں ہیں چار راہ تمہاری ہے نیک راہ حق فیصلہ کروگے ہمیشہ خدا گواہ
ہم جانتے ہیں حکم اگر تم سناؤگے
ہر پھر کے دین جعفر صادق پہ آؤگے

(۱۴) تھا سب طرح کا اکبر اعظم کو اعتبار　　گویا ہوا میں آپ کو دیتا ہوں اختیار
قاضی ہیں آپ علم کے دریائے بے کنار　　خالی ہے جا، ہے آپ کا عہدے کو انتظار
ہے مصلحت یہ وقت کی فی الفور جایئے
میں حکم دے رہا ہوں کہ لاہور جایئے

(۱۵) ایماں کے ساتھ علم و کمالات میں وحید　　المختصر پہنچ گئے لاہور میں شہید
اغیار کو تھا رنج و الم دوستوں کو عید　　ہر فیصلہ تھا قفلِ درِ علم کی کِلید
تھا قاضی القضاۃ جو حق کے ولی کا دوست
دشمن جلے کہ پا گیا عہدہ علیؑ کا دوست

(۱۶) اجلاس تھا شہید کا ایمان کا گواہ　　وہ رعب تھا کہ بیٹا ہو جس طرح بادشاہ
اٹھتی نہ تھی ہر ایک کی رخ کی طرف نگاہ　　کر کے مقدموں کی سماعت بعزّ و جاہ
منھ دشمنان دیں کا عدالت سے فق کیا
جو فیصلہ کیا وہ بہر حال حق کیا

(۱۷) ہے کوئی اس تبحُّرِ علمی کی انتہا　　باطل جگہ پہ بیٹھ کے حق فیصلہ کیا
پایا علیؑ کے دوستوں نے دل کا مدعا　　دشمن جلے کہ تھا یہی فطرت کا مقتضا
تبلیغ دین حق سحر و شام ہو گئی
شیعہ ہیں بات یہ بھی مگر عام ہو گئی

(۱۸) آیا جو انقلاب پڑا ملک پر اثر　　دنیا سیاہ پوش ہوئی ہل گئے جگر
ہندوستاں میں دوڑ کے بدعت نے دی خبر　　ملک عدم کو دین الٰہی کے نام پر
پہنچا جو حکم خالق داور چلے گئے
دنیا سے تخت چھوڑ کے اکبر چلے گئے

(۱۹) آئینہ انقلاب کا ہندوستاں ہوا　　دم میں زمیں بدل گئی اور آسماں ہوا
پیہم شکار برق ستم آشیاں ہوا　　اپنے چمن کا آپ عدو باغباں ہوا
کہتے ہیں جس کو عدل کی تصویر آ گیا
کرنے کو ظلم دورِ جہانگیر آ گیا

(۲۰) سکہ چلا تو چار طرف نام ہو گیا　　ہر ایک حکم جور کا پیغام ہو گیا
انصاف ختم ظلم و ستم عام ہو گیا　　ہندوستان مملکت شام ہو گیا
باغی تمام دشمنئ حق پہ تل گئے
ہر سو علم علیؑ کی عداوت کے کھل گئے

(۲۱) دشمن علیؑ کے رونق دربار رہ گئے　　یعنی عدوئے عترت اطہارؑ رہ گئے
خالص منافقین بد اطوار رہ گئے　　گل ہٹ گئے چمن سے فقط خار رہ گئے
دیکھا خزاں کا رنگ مُکدّر چلے گئے
سارے حسیں باغ کے باہر چلے گئے

(۲۲) کچھ دن تو ہم خیال رہا ان کا بادشاہ　　وہ حاشیہ نشیں تھے کہ اللہ کی پناہ
جس راہ نیک پر تھا بدل دی سبھوں نے راہ　　اک روز بادشاہ کی بھی پھر گئی نگاہ
تھا جس کا خوف حکم وہ ہیہات آ گیا
فرمان عزل قاضئ قضات آ گیا

(۲۳) فرمان پڑھ کے کہنے لگے شکر کردگار　　عرصے سے اس نوید کا مجھ کو تھا انتظار
یہ کہتے ہی روانہ ہوا وہ نکو شعار　　عہدے نے دی صدا کہ مری لٹ گئی بہار
اک دم میں داد حسن عمل پا گئے شہید
لاہور سے پھر آگرہ میں آ گئے شہید

(۲۴) آئے شہید پڑ گئی ہر سمت کھلبلی　　عالم تھے سب خلاف، مخالف ہوا چلی
یہ وہ تھے جو سمجھتے تھے اپنے کو خود ولی　　گرنے میں بھی جو منھ سے نہ کہتے تھے یا علیؑ
کس راہ پر ہیں شہر میں چرچا بڑا رہا
مذہب پہ جو پڑا تھا وہ پردہ پڑا رہا

(۲۵) بعد نبیؐ جو تھی وہ صورت تھی آشکار　　باغ منافقوت میں تھی آئی ہوئی بہار
تھا دوست اک اگر تو مخالف کئی ہزار　　گوشہ نشیں ہوئے کہ علیؑ کا تھا یہ شعار
کیا بات کا دھنی ہمہ تن حق نیوش تھا
علم کلام جاننے والا خموش تھا

(۲۶) شوق مصنفی میں بڑا کام کر گئے　　جتنے تھے فرض ادا سحر و شام کر گئے
کیا پر خلوص خدمت اسلام کر گئے　　سارے جہاں میں دھوم ہوئی نام کر گئے
مدح علیؑ سے اپنا قلم تر زباں کیا
کاغذ پہ اپنے راز دلی کو عیاں کیا

(۲۷) زور قلم سے علم کے دریا بہا دئے　　کاغذ پہ نقش حبّ علیؑ کے بنا دئے
پہرے منافقت کے زباں پر بٹھا دئے　　پردے فضیلتوں کے پڑے تھے اٹھا دئے
آنکھیں کھلی جہاں کی کتابوں کو دیکھ کے
ساکت ہوا جہان جوابوں کو دیکھ کر

(۲۸) علم کلام کیا ہے بتا کے چلے گئے　　وحدانیت کا درس پڑھا کے چلے گئے
دنیا میں چند روز کو آ کے چلے گئے　　رستے پہ یہ گمرہوں کو لگا کے چلے گئے
سچ ہے کہ راہ نیک سدا راہ نیک ہے
کہنا پڑا جہان کو اللہ ایک ہے

(۲۹) جو منکر خدا تھے کیا ان کا انتظام — ہے ایک علم کہتے ہیں جس علم کو کلام
ذات و وجودِ حق کا ہے خاص اس میں اہتمام — اعلان دہریوں نے عدم پر کیا جو عام
حجت سے یوں ثبوت وجود خدا دیا
خالق کو جیسے سامنے لاکے دکھا دیا

(۳۰) سب عالموں نے مل کے کیا مشورہ بہم — ہیں شستری علیؑ کے محب صاحب قلم
کرتے ہیں دشمنوں پہ تبرا قدم قدم — تصنیف ان کے ہاتھ کی حاصل کریں جو ہم
یہ طے ہے پھر رہے گی نہ حاجت گواہ کی
فتوؤں کے ساتھ ہوگی رضا بادشاہ کی

(۳۱) بس سب نے کر کے طالب علم ایک انتخاب — جس کا حسب نسب تھا یقینا بہت خراب
اس سے کہا کہ جا کے کرو نوکری شتاب — بن جاؤ ان کے سامنے شیدائے بوترابؑ
وہ تم کو شیعہ جان کے دل سے پڑھائیں گے
کچھ دن کے بعد معتمد اپنا بنائیں گے

(۳۲) یہ سن کے پہنچا نور کے نزدیک رو سیاہ — کی عرض جان و دل سے ہوں حضرت کا خیرخواہ
دنیا کی ہے پھری ہوئی سرکار سے نگاہ — عالم ہیں سب خلاف مخالف ہے بادشاہ
تحصیل علم پاک شریعت کروں گا میں
شام و سحر حضور کی خدمت کروں گا میں

(۳۳) خوش ہو گئے شہید ملا دل کا مدّعا — باتیں کچھ ایسی تھیں کہ اسے گھر میں رکھ لیا
تحصیل علم کرنے لگا دشمن خدا — تھا جو بہت ذہین تو رنگ اور ہو گیا
محنت سے راز علم بتانے لگے شہید
اپنا اسے سمجھ کے پڑھانے لگے شہید

(۳۴) پیدا کیا تھا دشمن جاں نے وہ اعتبار　　تھا گھر کے انتظام کا سب اس کو اختیار
تصنیف کا جو شوق تھا فطری نہ تھا قرار　　وہ وقت تھا کہ باغ ریاضت میں تھی بہار
مصروف غیر صورت معمول آپ تھے
احقاق حق کے لکھنے میں مشغول آپ تھے

(۳۵) دنیا میں تھا منافق اصلی وہ بد گہر　　تصنیف پر تھی ظالم و سفاک کی نظر
ظاہر میں مدح خواں تھا وہ ملعون وخیرہ سر　　تیار جب کتاب ہوئی قصّہ مختصر
لے کے کتاب شب کو بد اختر چلا گیا
احقاق حق چرا کے ستمگر چلا گیا

(۳۶) گھبرا گئے شہید جو چوری گئی کتاب　　گھر سے اٹھا کے لے گیا وہ خانماں خراب
صدمہ یہ تھا کہ ہو گیا خدمت کا سد باب　　کہنے لگا یہ دل سے وہ شیدائے بوترابؑ
ہے وقتِ صبر و شکر تردد فضول ہے
احقاقِ حق پہ جان کا جانا قبول ہے

(۳۷) لے کے کتاب صبح کو پہنچا جو پُر دغل　　احقاق حق کو دیکھ کے گھبرائے بدعمل
سب عالموں نے مل کے کیا مسئلہ یہ حل　　کس درجہ بادشاہ مخالف ہے آج کل
کر دیں گے پیش ہم کہ دمِ انتقام ہے
تصنیف شستری کی اجل کا پیام ہے

(۳۸) دشمن کتاب دیکھ کے غصے سے جل گئے　　مذہب پہ اعتراض تھے جتنے وہ کُھل گئے
دیکھی کشش جو مد کی تو تیور بدل گئے　　جملوں کا رعب دل پہ پڑا دم نکل گئے
ناری تھے غرق دشمنیٔ بوترابؑ میں
جی چاہتا تھا آگ لگا دو کتاب میں

(۳۹) دربار میں تھی رعب جہانگیر کی بہار　　　　سب سرنگوں تھے آنکھ نہ کرتا تھا کوئی چار
پہنچے کتاب لے کے جو عالم سب ایک بار　　　　پوچھا کہ خیر ہے تو کہا سب نے شہریار
حالِ دل اے سکندر وقت اب ہے آئینہ
احقاقِ حق کو لائے ہیں مذہب ہے آئینہ

(۴۰) سب تخت پر تھے کرسئ زر پر تھا بادشاہ　　　　دربار بھر کی تھی علما کی طرف نگاہ
سب میں بزرگ عالم دیں مثل خیر خواہ　　　　کہنے لگا کہ اے شہ عالم جہاں پناہ
تصنیف شستری کی یہ تدبیر مل گئی
ہم کو خود ان کے ہاتھ کی تحریر مل گئی

(۴۱) تصنیف شستری کی ہے احقاقِ حق ہے نام　　　　علم کلام کے ہیں وہ عالم نہیں کلام
اس میں ہمارے دین کی رد کا ہے اہتمام　　　　گر طبع ہو گئی تو بدل جائے گا نظام
تصنیف وصفِ آل کی آئینہ دار ہے
یہ دینِ جعفری کا بڑا شاہکار ہے

(۴۲) تقریر سن کے آیا جہانگیر کو جلال　　　　اترا جو خون ہوگئیں آنکھیں غضب سے لال
غصے میں کانپ کے علما سے کیا مقال　　　　تیار ہو جواب گر اس کا تو ہے کمال
سب نے کہا حضور کا بہتر خیال ہے
لیکن جواب دے کوئی اس کا محال ہے

(۴۳) مضبوط ہر دلیل ہے محکم ہر ایک بات　　　　تصنیف ہے محبت حیدرؑ کی کائنات
ایسی لکھی ہے دین کی رد تلخ ہے حیات　　　　گر رہ گئی جہان میں باقی کہیں یہ ذات
پھیلیں گے سارے خلق میں آئین جعفری
آئے گا ہر طرف کو نظر دین جعفری

(۴۴) پھر کیا کریں بتاؤ جہانگیر نے کہا — کی عرض سب نے آج ہی ہو حکم قید کا
ورنہ یہ خوف ہے جو انھیں چل گیا پتہ — شستر کی سمت جائیں گے سیدھا ہے راستہ
حکم خدا ہے جان کو اپنی بچائیں گے
دنیا پلٹ کے آئے مگر یہ نہ آئیں گے

(۴۵) بولا کوئی کہ دار پہ ان کو چڑھایئے — آواز دوسرے نے یہ دی گھر جلایئے
بولا یہ تیسرا نہ ترس ان پہ کھایئے — اولاد فاطمہؑ سے ہیں درے لگایئے
سید ہیں مجتہد ہیں جہاں میں نجیب ہیں
یہ خاندان آل نبی سے قریب ہیں

(۴۶) جاری ہوا یہ حکمِ جہانگیر ایک بار — قیدی بناؤ جلد نہیں وقت انتظار
دیکھے گا سب جہاں چمن غیظ کی بہار — سید کا آگرے میں بنائیں گے ہم مزار
المختصر اسیر بنائے گئے شہید
دربار تھا بھرا ہوا لائے گئے شہید

(۴۷) کہنے لگا سلیم مراغم سے دل ہے چاک — احقاقِ حق میں ہے ردِ باطل کا انہماک
لکھی ہے خوب مدحت آل رسولؐ پاک — تجویز یہ سزا ہے کہ دُرّوں سے ہو ہلاک
فرمایا ہاں ثنائے علیؑ و بتولؑ ہے
تبلیغِ دینِ حق میں مجھے سب قبول ہے

(۴۸) بولا سلیم غیظ میں اب آ گئی اجل — اس مسئلے کا اس کے سوا کچھ نہیں ہے حل
ملک بقا کو جاؤگے دار فنا سے کل — سید نے دی صدا کہ خوشی کا ہے یہ محل
عشق علیؑ ہے بوذرؓ و عمارؓ کی طرح
میں تر زباں ہوں میثمِ تمّارؓ کی طرح

(۴۹) دربار میں کھڑے رہے جب تک جھکا نہ سر　　ابرو تھے کج تو غیظ میں ڈوبی ہوئی نظر
پکڑے تھے بازؤں کو سپاہی اِدھر اُدھر　　حکم سلیم سے جو چلے لے کے اہل شر
پابند وقت عاشق حیدرؑ چلے گئے
غصے سے دیکھتے ہوئے باہر چلے گئے

(۵۰) آئے وہاں جہاں تھا حراست کا اہتمام　　رہنا تھا ایک رات فقط کر لیا قیام
پہرے کا حکم شاہ سے تھا خاص انتظام　　قید ستم میں وردِ زباں تھا علیؑ کا نام
آزادیوں کے خلق میں در بند ہو گئے
تھے صاحبِ نظر، تو نظر بند ہو گئے

(۵۱) شب بھر رہے نمازوں میں مصروف خوش سیر　　کرتے رہے عبادت خلاف خشک و تر
تارے چھپے فلک پہ نمایاں ہوئی سحر　　چمکا جو روئے مہر جہانتاب چرخ پر
منزل پر اپنی وقت کا خوش انجام آ گیا
کرنوں کے ساتھ موت کا پیغام آ گیا

(۵۲) تھے جمع جائے قتل پہ سب ہو رہی تھی عید　　پیر ایک سمت کو تھے تو اک سمت کو مرید
بوڑھوں کو ذوق سیر تھا بچوں کو شوق دید　　ناگاہ قید خانے سے لائے گئے شہید
یوں مطمئن تھے بارگہ انتقام میں
سجادؑ جیسے آئے تھے دربار شام میں

(۵۳) تھی قتل گہہ شہید کی عالم کی سیر گاہ　　ہر فرد کے بنے ہوئے تھے نقطۂ نگاہ
بدخواہ تھا جہان، نہ تھا کوئی خیر خواہ　　منظر وہ دردناک تھا اللہ کی پناہ
تن کی لباسِ سرخ سے زینت کئے ہوئے
جلاد آئے ہاتھوں میں درے لئے ہوئے

(۵۴) صف باندھ کر کھڑے ہوئے وہ بانئ ستم	سید کو دیکھتے تھے بد اطوار دمبدم
ان کے سکون دل سے بہت دور تھا الم	اس وقت بھی ثبات کی منزل میں تھے قدم
ابرو پہ جو پڑے تھے وہی بل پڑے رہے
جس طرح سر بلند کھڑے تھے کھڑے رہے

(۵۵) بڑھ کے کہا وزیر نے سید سے غم نہ کھاؤ	آخر ہے وقت جو بھی طلب ہو اسے بتاؤ
ارمانِ دل نکال کے ملک عدم کو جاؤ	فرمایا میرے دل کو ہے معبود سے لگاؤ
مقصود بندگی ہے مجھے بے نیاز کی
میں صرف چاہتا ہوں اجازت نماز کی

(۵۶) ہے شرع کی نگاہ میں عزت نماز کی	جو اہل دیں ہیں کرتے ہیں حرمت نماز کی
خوش ہو گئے ملی جو اجازت نماز کی	ہے خاص رسم، قبل شہادت نماز کی
حاصل کیا تھا اذن شہ مشرقین نے
بن میں اسی محل پہ پڑھی تھی حسینؑ نے

(۵۷) کر کے وضو بچھا کے مصلیٰ بصد نیاز	پڑھنے لگے خضوع سے دو رکعتی نماز
بڑھ بڑھ کے دے رہا تھا صدا لطف کارساز	آؤ تمہارے واسطے رحمت کا در ہے باز
آمادہ قہر و ظلم و ستم پر رقیب ہیں
دنیا ہے تم سے دور، مگر ہم قریب ہیں

(۵۸) فارغ ہوا دعا سے جو مغموم و دل حزیں	لے لے کے رسیوں کو قریب آ گئے لعیں
باندھے گئے عمود سے شیدائے شاہؑ دیں	کہتی تھی یہ زمیں میں چلی جاؤں گی کہیں
آتی ہے مجھ پہ ایک بلا اک بلا کے بعد
اب تک بڑے سکون میں تھی کربلا کے بعد

(۵۹) پہلا اور آخری تھا یہ دنیا کا واقعہ — گو سب سکوت میں تھے مگر حشر تھا بپا
جلاد منتظر تھے کہ سید کو دیں سزا — اِتنے میں بادشاہ کا فرمان آ گیا
درے اٹھا کے بانیٔ بیداد آ گئے
بیکس کے پاس دوڑ کے جلاد آ گئے

(۶۰) چاروں طرف سے اُٹھنے لگے ہاتھ بے شمار — جسمِ غریب دُرّوں سے ہونے لگا فگار
میداں میں ظلم و صبر کی رنگین تھی بہار — چھلکا یہاں سے خون تو نکلی وہاں سے دھار
رہ رہ کے یاد آتے تھے مشکل کشا علیؑ
ہر موئے تن سے آتی تھی آواز یا علیؑ

(۶۱) آواز بیکسی کی تھی سید پہ رحم کھاؤ — اے عرش کے ملائکہ روئے زمیں پہ آؤ
دشمن ہے جس کا سارا زمانہ اسے بچاؤ — دُرّوں کی تھی صدا کہ نہ مظلوم پر لگاؤ
پابند غیر ظلم و تعدی سے دور ہیں
ہم ظالموں کے ہاتھ میں ہیں بے قصور ہیں

(۶۲) کہتی ہے اِس کو خلق خدا عزمِ مستقل — تکلیف سخت صبر و سکوں میں نہ تھی مخل
شل ہو چکے تھے ہاتھ کے خود ظلم تھا خجل — باقی وہی حواس تھے ان کے وہی تھا دل
دُرّوں کے اس قدر تھے مصائب پڑے ہوئے
عابدؑ جناں سے دیکھ رہے تھے کھڑے ہوئے

(۶۳) دُرّوں کا سلسلہ نہ تھمہ آسماں رکا — دیکھا جو حد کا ظلم تو دَورِ جہاں رکا
اِتنا تھکا مسافر نبض رواں رکا — جو دل کا تیز چل رہا تھا رواں رکا
جس دم گھٹا جفا کی مسافر پہ چھا گئی
دیکھا گیا نہ موت سے، گھبرا کے آ گئی

(۶۴) لاکھوں جفا سے یوں تو برے اور بھلے گئے		سید مگر نہ بوجھ کوئی ساتھ لے گئے
قاتل کو دے کے بار گنہ منچلے گئے		کتنے سبک یہاں سے عدم کو چلے گئے
دیکھی جو تازیانوں کی زحمت تو ٹل گئی
جلدی سے روح ان کے جسد سے نکل گئی

(۶۵) دروں سے جو نکل گئی اس جان کی قسم		اسلام پر یہ داغ ہے ایمان کی قسم
حکم خدا رسولؐ کے فرمان کی قسم		تن پارہ پارہ کر دیا قرآن کی قسم
مشہور ہے یہ قولِ خدا ان کے واسطے
دوزخ سدا ہے قاتل مومن کے واسطے

(۶۶) دریائے علم، مجتہد وقت بے مثال		سب سے بڑی صفت کہ فدائے رسولؐ و آلؑ
عابد، فقیہ، عاشقِ شبیرِ خوش خصال		دُرّوں سے ضربِ تیز جو تھی وجہ انتقال
آ کے جناں سے بیکس و ناشاد لے گئے
ہمراہ اپنے سید سجادؑ لے گئے

(۶۷) دی حق پہ جان خلق کو رستہ بتا دیا		منزل ہوئی اداس مسافر چلا گیا
گومٹ کے اِس جہان سے وہ باخدا گیا		لیکن ہر اک کے دل میں گھر اپنا بنا گیا
مر کے خلاف حسرت و امید ہو گئے
قاتل بنا کے زندۂ جاوید ہو گئے

(۶۸) کی آگرے میں چھوٹی سی تعمیرِ کربلا		جنگل میں کھنچ کے آ گئی تنویر کربلا
یاد آئے سب کو عابدؑ دلگیر کربلا		آنکھوں میں سب کی پھر گئی تصویر کربلا
دل اہل دل کے ان کی مصیبت سے ہل گئے
یہ جا کے کربلا کے شہیدوں میں مل گئے

(۶۹) دروں کے بعد بھی نہ ہوئی دل کی آگ کم　　جس دم گیا شہید جفا جانب عدم
آپس میں کر کے دشمنوں نے مشورہ بہم　　انسانیت کو کر کے فنا یہ کیا ستم
غسل و کفن دیا نہ تن پاش پاش کو
جنگل کی نذر کر دیا سید کی لاش کو

(۷۰) مومن تھا ایک جس کو سعادت ہوئی حصول　　سویا تو آئیں خواب میں خود دختر رسولؐ
فرمایا باغ خلد میں دل ہے مرا ملول　　بے گور زیرِ چرخ ہے میرے چمن کا پھول
تھی سب کو دشمنی جو مرے نور عین سے
سب نے یہی سلوک کیا تھا حسینؑ سے

(۷۱) تو دفن کر تو مجھ پہ یہ احسان ہے بڑا　　ہے شُستری کا دھوپ میں لاشہ پڑا ہوا
دُرّوں سے اس کو قتل کیا سب نے بے خطا　　جنگل میں بے کفن ہے جفا پر ہوئی جفا
دیندار خواب دیکھ کے ہشیار ہو گیا
دل پر پڑی وہ چوٹ کہ بیدار ہو گیا

(۷۲) لے جا کے ساتھیوں کو جو مومن نے کی تلاش　　جنگل میں تھی پڑی ہوئی اس بے کفن کی لاش
دُرّوں کی ضرب سخت سے تھا جسم پاش پاش　　مصروفِ دفن ہو گئے سب مل کے خوش معاش
مہر فلک کو زیر زمیں دفن کر دیا
جس جا پڑی تھی لاش وہیں دفن کر دیا

(۷۳) تا دیر روئے قبر پہ سب مل کے خوش سیر　　سید کی بے کسی کا پڑا دل پہ خاص اثر
شاید تھی ان غریبوں کی اس دور پر نظر　　اس واسطے کہ نسلوں کو ہوتی رہے خبر
سب نے نشانِ سرخ لحد پر لگا دیا
چھوٹا سا ان کے نام کا پتھر لگا دیا

(۷۴) انصاف وقت شرم و خجالت سے کٹ گیا　　کچھ روز میں دماغ حکومت پلٹ گیا
سید کا خون گرتے ہی طبقہ الٹ گیا　　دہلی تباہ ہو کے رہی زور گھٹ گیا
داروئے غم فلک سے مسیحا نے بھیج دی
غصہ میں فوج حضرت عیسیٰ نے بھیج دی

(۷۵) جنگل تھا بھول کے کبھی آتی نہ تھی بہار　　آتا نہ تھا نظر کوئی گل ہر طرف تھے کار
اٹھ اٹھ کے بیٹھتا جو گیا رات دن غبار　　ڈالا فلک نے پردۂ خاکی چھپا مزار
تھا صرف رب کے علم میں تربت جہاں پہ ہے
برسوں سمجھ سکا نہ زمانہ کہاں پہ ہے

(۷۶) جس نے ہمیشہ دین پیمبرؐ کی کی کمک　　اُس کی لحد کا تھا نہ زمیں پر نشان تک
گذرے ہیں ایسے عاشق سرور تہِ فلک　　آئی جو بڑھ کے لکھنؤ تک پھول کی مہک
کی قدر جاں نثارِ شہ مشرقین نے
ڈھونڈھا مزار حضرت حامد حسین نے

(۷۷) بن میں تلاش قبر میں تھا لکھنؤ کی جاں　　کھودی کبھی زمیں یہاں اور کبھی وہاں
قسمت سے ایک جا پہ لحد کا ملا نشاں　　تھا سامنے شہادت مظلوم کا سماں
نقشہ پھرا نگاہ میں دور یزید کا
پتھر تھا سرخ رنگ مزار شہید کا

(۷۸) جس کے سن وفات سے ہوتا تھا یہ عیاں　　بے شک شہید راہ خدا دفن ہے یہاں
وہ نام میں تھا نور کہ تھا مہر ضو فشاں　　روشن زمین تھی سببِ رشک آسماں
طبقہ تھا شہر کا برکت سے رکا ہوا
پیر فلک بھی دیکھ رہا تھا جھکا ہوا

(۷۹) نکلا تو یوں مراد دلی بن گیا مزار　　تھی جس کی جستجو وہ ملا بعد انتظار
وہ عدل جس کی سارے زمانے میں تھی پکار　　تربت کی لوح پر وہ ہوا آج آشکار
دکھلا کے انقلاب کی تصویر کھل گیا
پردہ ہٹا تو ظلم جہانگیر کھل گیا

(۸۰) یہ وہ تھے اپنے عہد میں جن کا نہ تھا جواب　　تھے عشق اہلبیتؑ پیمبر میں انتخاب
یہ حسن اتفاق ہوئے رد میں کامیاب　　روئے نفاق کر گئے دنیا میں بے نقاب
تیغ منافقت سے عدو حملہ ور رہے
حامد حسین دین کے سینہ سپر رہے

(۸۱) ظالم یہ چاہتے تھے مٹے مرتضیٰؑ کا نام　　ان کو یہ ضد تھی جان لے دنیا کہ ہیں امامؑ
تھا دشمنوں کو فضل ید اللہ میں کلام　　اعلان حق کا کرتے تھے یہ دل سے اہتمام
عشق علیؑ میں فرد جو تھے جان وقت تھے
ہندوستاں کے بوذر و سلمان وقت تھے

(۸۲) تحفہ کا کیا جواب دیا ہے خدا گواہ　　دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ جس کی نہیں پناہ
حامد حسین علم و عمل کے تھے بادشاہ　　سچے تھے خاندان پیمبرؐ کے خیر خواہ
غم دشمنان آل کے دہ چند کر دئے
ایسے دئے جواب کہ منھ بند کر دئے

(۸۳) کس درجہ ان کو نصرت حق میں تھا اہتمام　　اس کو سمجھ کے واجب عینی کیا ہے کام
گر ہاتھ میں قلم تھا تو لب پر علیؑ کا نام　　اولاد کی تھی فکر نہ تھی خواہش طعام
لکھی ہے اس طرح عبقات التزام سے
اس کا صلہ ملے گا رسولؐ انام سے

(۸۴) ان کے صحیح ناصرِ ملت تھے ورثہ دار — بعد پدر بڑھاتے رہے رونق مزار
ہر سال کرکے مجلسیں دونا کیا وقار — ذکر حسینؑ ہونے لگا آ گئی بہار
وحشت کدِہ کو مسکن الفت بنا دیا
جنگل کو باغ باغ کو جنت بنا دیا

(۸۵) اپنے پدر کے ناصرِ ملت تھے جانشیں — علم رجال میں متفرد تھے بالیقیں
اس حافظہ کا زیر فلک بر سر زمیں — آنکھوں سے دیکھنا تو کہاں کا، سنا نہیں
حد سے سوا دیا نہ کبھی کم دیا جواب
جب بھی کیا سوال اُسی دم دیا جواب

(۸۶) خود علم کو تھا شوق کہ حاصل کریں مجھے — حملے جو دین پر ہوں مقابل کریں مجھے
انصار میں حسینؑ کے شامل کریں مجھے — ناصر ہے نام شوق سے کامل کریں مجھے
جذبہ جہاد کا کبھی گھٹنے نہ پائے گا
میدان سے قدم مرا ہٹنے نہ پائے گا

(۸۷) جھکتے نہ تھے کبھی کسی قوت کے سامنے — تیور خراب رہتے تھے دولت کے سامنے
رکتے نہ تھے پہاڑ بھی ہمت کے سامنے — سب ہیچ تھا علیؑ کی محبت کے سامنے
میثم کی راہ خلق میں یہ ذی حشم چلا
ان کی چلی زبان تو ان کا قلم چلا

(۸۸) محفوظ آج تک ہیں تصانیف بے شمار — وہ دیکھ لیں جنھیں نہ ہو کہنے کا اعتبار
باقی ہے ان کے باغ ریاضت کی کل بہار — کہتا ہوں صاف ہو کے معافی کا خواستگار
ناصر حسین راہ محبت میں بڑھ گئے
اپنے پدر سے دین کی خدمت میں بڑھ گئے

(۸۹) آواز دے رہی ہیں کتابیں کہ آئیے مٹنے سے اہل دولت دنیا بچائیے
محنت بہت بڑی ہے ٹھکانے لگائیے دینی ہے کام طبع کی منزل پہ لائیے
رلوا کے دشمنان علیؑ و بتولؑ کو
خوش کیجئے جناں میں خدا کے رسولؐ کو

(۹۰) اک شاہکار ناصر ملت ہے یہ بھی کام یہ رونق مزار، یہ تعمیر، یہ نظام
ممنون ہیں انھیں کی ریاضت کے لا کلام کہتے ہیں شان دیکھ کے مرقد کی خاص و عام
دریائے مغفرت کا کنارہ بنا دیا
اتنی زمیں کو عرش کا تارا بنا دیا

(۹۱) یہ طے ہے گر شہید تھے دنیا میں انتخاب ناصر حسین بھی تھے زمانے میں لا جواب
بالاتفاق کہتے ہیں دنیا کے شیخ و شاب اب تو ہیں ایک برج میں دو دیں کے آفتاب
پہنچا ہے نورِ علم دلوں کے مکان میں
اب روشنی رہے گی ہمیشہ جہان میں

(۹۲) یہ عشق یہ وفا ہے زمانے میں یادگار لاش آئی لکھنؤ سے کہ فرقت تھی دل پہ بار
دی روح نے شہید کو آواز ایک بار طے کر لیا تھا ہجر کی گھڑیاں تھیں نا گوار
اپنا مزار متصل در بنائیں گے
گھر بھی تمہارے گھر کے برابر بنائیں گے

(۹۳) آواز دی یہ جوش میں روح شہید نے ہم منتظر تھے ایک زمانے سے آپ کے
یہ چاہتے تھے اور ہوں مضبوط سلسلے افتادہ رہنے دی تھیں زمیں دل کی اس لئے
دنیا کو حسن و عشق کا منظر بنائیں گے
امید تھی کہ آپ یہاں گھر بنائیں گے

(۹۴) سچ تو یہ ہے کہ ناصرِ ملت تھے انتخاب		مشہورِ خلق ہو گئے شیدائے بوترابؑ
خوش قسمتی کا آپ کی ملتا نہیں جواب		کہتے ہیں اس کو مرحمت ربِّ شیخ و شاب
دیکھی نہ یہ بہار کسی ایک باپ نے
دو جانشیں جہان میں چھوڑے ہیں آپ نے

(۹۵) گر اک نصیر دیں ہیں تو ہیں دوسرے سعید		اس طرح دو ہیں ایک کہ ہر ایک ہے وحید
اک بے مثالِ خلق، اگر ہے تو اک فرید		دونوں کا اتفاق بتاتا ہوں چشم دید
تائید حق میں غیر کو پہچانتا نہیں
اک بھائی دوسرے سے نہیں جانتا نہیں

(۹۶) چھوٹے پسر ہیں علم و کمالات کا جہاں		ہیں خاندان بھر کی سب ہی جمع خوبیاں
ہے جن کے اجتہاد کا خورشید ضو فشاں		کہتے ہیں دیکھ دیکھ کے سب پیر اور جواں
کتنے سعید ملت و دیں خوش صفات ہیں
سچ ہے ابھی تو ناصر ملت حیات ہیں

(۹۷) اجداد کا ہیں فخر سعید جہاں پسر		جو ہیں کمال علم میں آئینۂ پدر
ایمان بے پناہ کا اللہ رے اثر		کہتا ہے وہ قریب سے کرتا ہے جو نظر
ویسا ہی آج پاتے ہیں ہم نور عین کو
جیسا سنا تھا حضرت ناصر حسین کو

(۹۸) دنیا کا قول ہے کہ مزار اب ہوا مزار		ہاں پہلے باغ تھا مگر آئی ہے اب بہار
کانٹے نکل گئے تو گلستاں ہے لالہ زار		ہے ایسی روشنی کہ ہے ہر ذرہ نور بار
اُس عہد میں پدر نے لگائے تھے چار چاند
نور نظر نے آج لگائے ہزار چاند

(۹۹) دو بھائی ایک سے ہیں جدا ہے ہر اک کا کام ہے ایک اجتہاد کا دل نائب امامؑ
ہے دل میں اس کے مذہب و ملت کا احترام کرتا ہے حفظ دیں کا تدبر سے انتظام
شام و سحر فدا ہے شہؑ مشرقین پر
بچپن سے جو نثار ہے نام حسین پر

(۱۰۰) کہتے ہیں جس کو اہل جہاں سب نصیر دیں سلمان وقت عہد کا بوذر ہے بالیقیں
اپنا خیال ہے کہ مثال اس کی اب نہیں ہے ایک لکھنؤ میں غلام امامؑ دیں
پیدا ہوا ہے دین کی نصرت کے واسطے
زندہ ہے صرف قوم کی خدمت کے واسطے

(۱۰۱) جی چاہتا ہے پاس سے اٹھ کے کہیں نہ جاؤ ان کے سوا کسی سے بھی نہ دنیا میں دل لگاؤ
یہ جانتے ہیں حسن و محبت کا تاؤ بھاؤ دشمن کو خلق دیتا ہے آواز ادھر تو آؤ
دل میں مخالفت کا برا مانتے نہیں
ہم تو سوا خلوص کے کچھ جانتے نہیں

(۱۰۲) ہم کیا کریں کہ ہم پہ محبت کا ہے اثر پہلے جو تھی کرم کی وہ ہے آج تک نظر
احسان جو کئے ہیں نہ بھولیں گے عمر بھر یہ طے کئے ہوئے ہیں اشارہ بھی ہو اگر
دے دیں گے جان اور جو ہے جان کے سوا
کر دیں گے سب نثار ہم ایمان کے سوا

(۱۰۳) یہ اتفاق مرضئ خلاق روزگار دو بھائیوں میں ایک ہے فرزند ہونہار
ہے مولوی سعید کے گلزار کی بہار جس پہ نصیر ملت و دیں دل سے ہیں نثار
روحی میاں ہے نام مقدر کا نیک ہے
قالب تو دیکھنے میں ہیں دو روح ایک ہے

(۱۰۴) شکر خدا یہ سالگرہ ہے پچاسویں ہو کیوں نہ شاد ناصر ملت کا جانشیں
آئے ہیں دور دور سے شرکت کو مومنیں ایک جوش ہے بہار پہ ہے ذکر شاہ دیں
روتے ہیں سب زمانۂ ماتم پھر آ گیا
معلوم ہو رہا ہے محرم پھر آ گیا

(۱۰۵) ہاں اے شہید آپ سے کرتا ہوں میں خطاب ہیں آپ دو جہاں میں بہر حال کامیاب
ہے آپ پر یہ رحمت خلاق باد و آب حق سے دعا ہے آپ کے روضے میں مستجاب
یہ سب ہے فیض بادشہ مشرقین کا
چادر کی جا ہے قبر پہ دامن حسینؑ کا

(۱۰۶) مظلوم وہ ہیں آپ تہہ گنبد کہن ہے سال بھر کے بعد مجالس کا جو چلن
آتے ہیں دور دور سے شرکت کو مرد و زن لاش آپ کی رہی ہے کئی روز بے کفن
اک داغ ہے یہ سب کے دل سوگوار پر
اس واسطے چڑھاتے ہیں چادر مزار پر

(۱۰۷) در اصل وقت سخت شہادت کا وقت تھا دُرّوں سے موت اور قیامت کا وقت تھا
اس وقت کیا بہار پہ طاعت کا وقت تھا منزل وہ قرب کی تھی عبادت کا وقت تھا
تھی دشمنوں کے دل میں محبت نماز کی
اُس وقت مل گئی تھی اجازت نماز کی

(۱۰۸) اس وقت بھی جھکا تھا تمہارا سر نیاز حاصل ہے اس نماز کو دنیا میں امتیاز
سجدوں نے کر دیا تمہیں عالم میں سرفراز مرنے سے قبل تم نے وضو سے پڑھی نماز
کب تم کو وقت تشنہ دہانی نہیں ملا
سید مگر حسینؑ کو پانی نہیں ملا

(۱۰۹) عاشور کا وہ دن ہے قیامت ہے جس کا نام　　پیاسے تھے تین روز سے شبیرؑ تشنہ کام
بیکس پہ تھا مصائب عالم کا اژدہام　　حق یہ ہے تشنگی کا ہوا شہؑ پہ اختتام
بیکس کو وقت تشنہ دہانی نہیں ملا
حد ہے وضو کے واسطے پانی نہیں ملا

(۱۱۰) کرتے تھے احترام تمہارا عدوئے رب　　سید تمہیں ملا کیا پانی دم طلب
تھے تین دن سے سبط نبیؐ بن میں تشنہ لب　　بے چین تھے اطاعت حق کو شہؑ عرب
پایا نہ آب فاطمہؑ کے نور عین نے
عاشور کو کیا ہے تیمم حسینؑ نے

(۱۱۱) حضرت نے وقت ظہر کیا تھا بڑا کمال　　تیروں کے مینھ برسنے میں تھی یاد ذوالجلال
تھی ایسی تیز دھوپ کہ دشت ستم تھا لال　　سایہ میں سامنے تھا بن سعدِ بد مآل
کی تھی رضا طلب پئے طاعت حسینؑ نے
چاہی تھی منتوں سے اجازت حسینؑ نے

(۱۱۲) ایسی پڑھی نہ تھی جو کسی نے کبھی نماز　　قدرت نے کی تھی خلق نئی وجہ امتیاز
نزدیک تھا نیاز سے اس درجہ بے نیاز　　خود بن گئے تھے رحمت حق شاہؑ سرفراز
سجدے میں اس طرح رہ خالق میں سر دیا
شیعوں کی سب نمازوں کو مقبول کر دیا

(۱۱۳) تھا منتظر جواب کا جان و دل رسولؐ　　آواز فوج آئی کہ اے دلبر بتولؑ
بیکار ہے عبادت خالق سے کیا حصول　　پڑھ لو مگر نماز تمہاری نہیں قبول
مرضئ کبریا ہے اطاعت یزید کی
تم نے ابھی تو کی نہیں بیعت یزید کی

(۱۱۴) آواز سن کے سبط نبیؐ ہو گئے خموش	غصے سے کانپنے لگے جتنے تھے سرفروش
آیا غضب کا غیظ تو کھایا لہو نے جوش	بڑھ کے کہا حبیب نے اے شاہؑ حق نیوش
گستاخیاں میں سن نہیں سکتا ولی کے ساتھ
اب خلد میں نماز پڑھوں گا علیؑ کے ساتھ

(۱۱۵) ہے دست بستہ عرض شہ آسماں جناب	بیعت کا کر رہے ہیں تقاضہ یہ بے حجاب
گو میں بہت ضعیف ہوں جاتا رہا شباب	دوں گا میں کانپتی ہوئی آواز سے جو جواب
بیکار وار اے شہؑ عالی نہ جائے گا
یہ دست رعشہ دار ہے خالی نہ جائے گا

(۱۱۶) حضرت کریں نماز ادا میں کروں جہاد	یہ کہہ کے حملہ ور ہوا عالم کا بامراد
کرنے لگے عبادت حق شاہؑ خوش نہاد	تیر و کماں جو لے کے بڑھے بانئ فساد
آ گئے فن وفا کے وحید آ کھڑے ہوئے
بن کے سپر زہیر و سعید آ کھڑے ہوئے

(۱۱۷) اس وقت شان شاہ ہدا دیکھنے کی تھی	حسن نماز اس کی ادا دیکھنے کی تھی
کثرت اُدھر تھی اُس کی جفا دیکھنے کی تھی	یہ دو اِدھر تھے اِن کی وفا دیکھنے کی تھی
زور خدنگ لشکر بے پیر روک لوں
ہر ایک چاہتا تھا کہ میں تیر روک لوں

(۱۱۸) برسا رہی تھی تیر برابر سپاہ شام	پڑھ کے نماز شاہؑ نے پھیرا جو ہیں سلام
اور ہو چکا نماز جماعت کا اختتام	گر کے وہیں پہ ہو گئے دونوں جری تمام
جلدی سے ان کا خانۂ اعمال بھر لیا
شامل ملائکہ نے انھیں صف میں کر لیا

(۱۱۹) کی شہؑ نے خوب طاعت خلّاق روزگار　　جنگل میں تھی عبادت معبود کی بہار
بھولے کبھی خدا کو نہ شبیرؑ نامدار　　گھوڑے سے جب گرے ہیں نہ تھا کوئی جاں نثار
دل سے کیا تھا فرض ادا خوش نصیب نے
تنہا نماز عصر پڑھی تھی غریب نے

(۱۲۰) تھا وقت عصر بیٹھے تھے شبیرؑ قبلہ رُو　　رہ رہ کے یاد آ رہا تھا آپ کو وضو
بہتا تھا جسم پاک سے چاروں طرف لہو　　اس جا سے زور کر کے ہٹے شاہؑ نیک خو
مٹی یہ رکھ کے ہاتھ شہؑ مشرقین نے
کس یاس سے کیا تھا تیمم حسینؑ نے

(۱۲۱) ناگاہ صف سے جانب سلطان دیں چلا　　میدان کی زمیں ہلی خشمگیں چلا
اللہ رے غیظ الٹتا ہوا آستیں چلا　　کہتے ہیں جس کو شمر شقی وہ لعیں چلا
کرنا تھا قتل فاطمہؑ کے نور عین کو
خنجر لئے تھا ہاتھ میں قتل حسینؑ کو

(۱۲۲) تھا دل میں شوق طاعت معبود کارساز　　سبط رسولؐ بیٹھ کے پڑھنے لگے نماز
شہؑ کے قریب آ کے رکا شمر حیلہ ساز　　سجدے میں جا چکے تھے شہنشاہؑ سرفراز
بے تاب ہو کے خیمے سے تنہا نکل پڑیں
پردہ ہٹا کے زینبؑ علیا نکل پڑیں

(۱۲۳) میداں کی سمت دوڑتی جاتی تھیں دلحزیں　　بیتاب تھیں کمال تو رکتی نہ تھی کہیں
کثرت سے ایک جا پہ جہاں جمع تھے لعیں　　سمجھیں کہ شہؑ یہیں ہیں اُسی سمت کو چلیں
گہہ اِس طرف کو گاہ اُدھر دیکھتی ہوئی
جاتی تھیں اہل شر کی نظر دیکھتی ہوئی

(۱۲۴) ملتا تھا راستے میں اگر کوئی بد گہر گھبرا کے پوچھتی تھیں کہ شبیرؑ ہیں کدھر
میں کب سے ڈھونڈھتی ہوں وہ آتے نہیں نظر تلواریں چل رہی تھیں برابر جو شاہؑ پر
سمجھیں وہیں ہیں خاک پہ زخمی پڑے ہوئے
جس جا پہ ہیں ہزاروں ستمگر کھڑے ہوئے

(۱۲۵) دوڑیں ردا سمیٹ کے پھر زینبؑ حزیں اللہ کیا کشش تھی کہ فوراً پہنچ گئیں
مجمع جو تھا تو آڑ میں تھے بادشاہ دیں آواز دی پکار کے میں آ گئی یہیں
تسکیں دلِ حزیں کو دم اضطراب دو
بھائی خدا کے واسطے جلدی جواب دو

(۱۲۶) بھائی تمہارے پاس میں آؤں تو کس طرح تم کو میں حال زار دکھاؤں تو کس طرح
کثرت ہے فوج کی میں ہٹاؤں تو کس طرح زخمی ہو تم میں پاس بلاؤں تو کس طرح
کیا بات ہے جو دل کی گرہ کھولتے نہیں
کب سے تمہیں پکارتی ہوں بولتے نہیں

(۱۲۷) زینبؑ کو اتفاق سے کچھ راستہ ملا یعنی نگاہ پڑ گئی حق آشنا ملا
پہلو میں بے قرار تھا دل مدعا ملا جلدی سے پاس آ کے رکیں آسرا ملا
دیکھا کہ خوف سے ہیں ستمگر رکے ہوئے
سبط نبیؐ ہیں سجدۂ حق میں جھکے ہوئے

(۱۲۸) خنجر لئے کھڑا ہوا تھا شمر بے حیا بھائی میں آ گئی جوں ہی گھبرا کے دی صدا
سجدے سے سر اٹھا کے یہ شبیرؑ نے کہا خیمے میں جاؤ ہونے کو ہے سر سے تن جدا
جاؤں گا میں جہان سے جب حشر آئے گا
ایسی زمیں ہلے گی کہ جایا نہ جائے گا

(۱۲۹) کہتے تھے شہؑ کہ بیٹھ گیا پاس بدگماں   رکھ کے قفا پہ کند چھری کو کیا رواں
رخ کو پھرا کے کہنے لگے شاہؑ انس و جاں   جاؤ خدا کے واسطے ٹھہرو نہ اب یہاں
مرکز سے یہ زمین کہیں غم سے ہٹ نہ جائے
ٹیکے ہوں دونوں ہاتھ کہ طبقہ الٹ نہ جائے

(۱۳۰) شہؑ کے گلے پر رکھ دو گلا تھا یہ مدعا   پلٹایا جس نے وہ تھا فقط حکم امام کا
پھر بھی ٹھہر ٹھہر کے چلی غم کی مبتلا   مڑ مڑ کے دیکھتی تھی کہ اب ہو رہا ہے کیا
ناگہہ ہلی زمیں زمانہ پلٹ گیا
لشکر میں غل ہوا سر شبیرؑ کٹ گیا

(۱۳۱) خیمے کی سمت جاتی تھیں رخ پر پڑی تھی خاک   اوڑھے ہوئے ردا تھیں گریباں کیے تھیں چاک
کہتی ہوئی رواں تھیں بآوازِ درد ناک   سجدے میں حق کے ہو گئے بھائی مرے ہلاک
دنیا سے کبریا کے فدائی چلے گئے
جنگل میں مجھ کو چھوڑ کے بھائی چلے گئے

(۱۳۲) جاتی تھیں اس طرف سے غم و ہم کی مبتلا   بانو اُدھر سے آتی تھیں رن کو برہنہ پا
زینبؑ نے راستے سے یہ گھبرا کے دی صدا   بھابی پلٹ چلو کہ قیامت ہوئی بپا
دار جہاں سے حق کا فدائی گذر گیا
تم رانڈ ہو گئیں مرا بھائی گذر گیا

(۱۳۳) یہ کہتے کہتے کی جو نظر سوئے قتل گاہ   دیکھا کہ مل رہے ہیں گلے خوش ہیں کینہ خواہ
نیزے پہ ہے بلند سر شاہؑ دیں پناہ   زینبؑ کا حال ہونے لگا رنج سے تباہ
بانو سے پھر کہا کہ زمانہ پلٹ گیا
بھابی ابھی ابھی سر شبیرؑ کٹ گیا

(۱۳۴) وہ سامنے ہے نیزے پہ فرق شاہؑ انام باجے بجا رہی خوشی کے سپاہ شام
یہ جان لو کہ اٹھ تو گئے بھائی تشنہ کام دشت بلا میں آج ہوئے پنجتن تمام
وارث گذر گیا وہ زمانہ نہیں رہا
ہم سب کا کوئی پوچھنے والا نہیں رہا

(۱۳۵) ناگاہ فرق شاہؑ نے زینبؑ کو دی صدا خواہر خدا کا شکر ہوا حق پہ خاتمہ
اب ہم ہیں اور ریگ بیابان کربلا دینا ہے امتحان تمہیں ضبط و صبر کا
بھولے سے لب پہ حرف شکایت نہ لاؤ گی
مجھ کو یقین ہے مری محنت بچاؤ گی

(۱۳۶) دینے لگا صدا پسر سعد نابکار رن میں سپاہ شام کے ہیں جس قدر سوار
دوڑائیں لاش پر شہؑ والا کی راہوار زینبؑ کو یاد آ گئے عباسؑ نامدار
غم سے بہن کا غیر اِدھر حال ہو گیا
لاشہ اُدھر حسینؑ کا پامال ہو گیا

(۱۳۷) ہے آپ سے ادب سے مہذبؔ کی التجا حق سے شہید میرے لئے کیجئے دعا
عشق رسولؐ و آلؑ پہ ہو میرا خاتمہ آخر ہو وقت جب تو پہنچ جاؤں کربلا
چمکے مرا نصیب سکندر کے سامنے
ہو میری قبر روضۂ انور کے سامنے

❖❖❖

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در حال حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام

(بندۂ زر جو ہیں دولت کو خدا کہتے ہیں)

تعداد بند: ۱۱۲

(۱) بندۂ زر جو ہیں دولت کو خدا کہتے ہیں   حق فروشان جہاں عقدہ کشا کہتے ہیں
مرض رنج و غم و ہم کی دوا کہتے ہیں   کور چشم آئینہ دل کی جلا کہتے ہیں
سب سے کر دیتی ہے بیگانہ محبت اس کی
کہ دماغوں کو پلٹ دیتی ہے صورت اس کی

(۳) جن کو دنیا نے کیا نشۂ دولت سے چور   ان کو پہنچا بھی دیا وقت نے پیغام غرور
عیب جتنے تھے ہوئے پردۂ زر میں مستور   چھوڑ کے مرکز اصلی کو حقیقت ہوئی دور
جلوۂ رعب ادا غیظ کی دکھلانے لگی
بزم میں شمع کی لو خوف سے تھرانے لگی

(۳) آ گئی دل میں وہی سچ ہے جو ہم کہتے ہیں   کبھی زائد تو کبھی بات کو کم کہتے ہیں
ہاں تمام اہل غرض سن کے بہم کہتے ہیں   بے زباں ہو کے یہی دام و درم کہتے ہیں
تابع مصلحت وقت ہے ساری تائید
ہے حقیقت میں یہ در پردہ ہماری تائید

(۴) رکھتی ہے دولت دنیا کششِ کیفیت　　　حسن قسمت سے اگر ہو گئی حدّ کثرت
دل میں آ جاتا ہے بے قصد خیال وحدت　　　سارے عالم کی نظر ہوتی ہے وقف حسرت
آگ سے جس کی بنا ہے وہ نشیمن ہے یہی
ہے یہی دوست کبھی اور کبھی دشمن ہے یہی

(۵) زر کی الفت نے زمانے میں گلے کٹوائے　　　جو گئے ڈھونڈھنے اب تک نہ پلٹ کے آئے
اور اگر آئے تو ساتھ اپنے قضا بھی لائے　　　اٹھ گئے خلق سے دو دن نہ ٹھہرنے پائے
نہ رہا شوق نہ وہ الفت دولت باقی
آج تک خلق میں ہے ذکر محبت باقی

(۶) یہی دولت جو بلا ہے تو کبھی حور یہی　　　کبھی افکار کے ظلمات میں ہے نور یہی
کبھی پردے کی ہے دشمن کبھی مستور یہی　　　آ کے جانے پہ کبھی ہوتی ہے مجبور یہی
روکے رُکتی نہیں بہتے ہوئے دھارے کی طرح
یہ کسی جا پہ ٹھہرتی نہیں پارے کی طرح

(۷) صاحب زر کا زمانے میں ہے انداز جدا　　　بات کرنے کی ادا اور ہے آواز جدا
بے نیازی کی وہ رَو ہے کہ ہے ہر ناز جدا　　　اُس کی الفت کا ہے انجام سے آغاز جدا
عاشق مال و محبت کا مزا کیا جانے
بے وفا کا جو ہو پابند وفا کیا جانے

(۸) مفلسوں پر کبھی کرتا نہیں بھولے سے نظر　　　بھوک دنیا میں ہے کیا چیز نہیں اُس کو خبر
دل پہ پڑتا نہیں چہرے کی اداسی کا اثر　　　کیونکہ ہر صاحب حاجت کو ہے دربان کا ڈر
غربا اِذن حضوری کا نہیں پاتے ہیں
بے اجازت ملک الموت فقط آتے ہیں

(۹) وقت دیتا ہے صدا ہوش میں آ مست غرور کھول آنکھوں کو کہ تو نشۂ دولت سے ہے چور
دیکھئے بڑھ کے ترے در پہ کھڑا ہے مجبور تیری منزل ہے بہت کانپتی آواز سے دور
تجھ کو حال دل مایوس سنائے کیونکر
پاسباں روک رہے ہیں کوئی آئے کیونکر

(۱۰) خمس دیتا ہے نہ خیرات نہ دیتا ہے زکوٰۃ کھائے جاتا ہے شب و روز جہاں کے لذّات
ایک ہی رنگ پہ ہیں تیری نظر میں دن رات تجھ کو دیتی ہے صدائیں یہی مفلس کی حیات
فاقہ کش ہیں ہمیں غربت میں سہارا دے دے
جمع ہے پاس ترے مال ہمارا دے دے

(۱۱) خود بخود جاگتا جاتا ہے جہاں کا احساس اب غریبوں کے بھی قائم ہوئے جاتے ہیں حواس
دور رہتے ہیں مگر دل تری دولت کے ہے پاس تیری جانب ہے نظر دوختہ ٹوٹی ہوئی آس
حکم فطرت ہے کہ یوں جمع زر و مال نہ کر
حسرتیں چیخ رہی ہیں ہمیں پامال نہ کر

(۱۲) زندگی کی ہے تری مال جہاں سے دشوار تو سمجھتا ہے مرض کوئی نہیں ہے آزار
تجھ سے کہتا ہے یہ بڑھ کے ترا صرف بیکار بے دوا کے کوئی دم توڑ رہا ہے بیمار
بد مزاجی کی یہ خو چھوڑ مزاج اچھا کر
اپنی دولت کا حقیقت میں علاج اچھا کر

(۱۳) کر ذرا غور کی خون دل مفلس پہ نظر ہے نمایاں ترے رخسار پہ سرخی بن کر
کہیں بدلے ہے یہ بھوکے کی مشیت کا ثمر دل کے ٹکڑے ہیں غریبوں کے سمجھتا ہے تو زر
لطف جینے کا زمانے میں کسی آن نہیں
فقط انسان ہے تو اور وہ انسان نہیں

(۱۴) انقلابات جہاں کے تجھے دکھلاتا ہے　　اتفاقاً کوئی لے کے جو غرض آتا ہے
تو تکبر کی ادا سے یہی سمجھاتا ہے　　آن واحد کے لئے دل ترا گھبراتا ہے
زر ہے موجود تری عقدہ کشائی کے لئے
اس نے بندوں کو ابھارا ہے خدائی کے لئے

(۱۵) خلقت جسم ہے ایک ایک رگیں ایک لہو　　وہی انسان ہے مفلس وہی انسان ہے تو
وہی سر ہے وہی گردن وہی چشم و ابرو　　وہی ارمان دلی اور وہی جوش نمو
ایک ہی رنگ ہر انسان کی تصویر میں ہے
ہاں اگر فرق کوئی ہے تو وہ تقدیر میں ہے

(۱۶) شمع بجھنے پہ ٹھٹرتے ہیں کہاں پروانے　　مفلسی آنے پہ ہو جاتے ہیں سب بیگانے
ساتھ دیتے ہیں ہمیشہ وہی حق کے دانے　　وضع داری کے کہا کرتے ہیں جو افسانے
فرض کیا چیز ہے دنیا کو خبر کرتے ہیں
ہر طرح بات کے پابند بسر کرتے ہیں

(۱۷) تجھ کو معلوم نہیں فرقِ حرام اور حلال　　بے مشقت کے ملا ہے تجھے دنیا کا مال
بڑھ کے کہتا ہے تری سمت یہی دست سوال　　صرفِ بیجا کا ہے ہر وقت ترے دل میں خیال
اپنی بگڑی ہوئی تقدیر سے مجبور ہیں ہم
جس سے نزدیک ہے تو اس سے بہت دور ہیں ہم

(۱۸) انقلاب آئے گا دیتا ہوا مٹنے کی خبر　　دیکھ کر رحم غریبوں پہ بُرے وقت سے ڈر
ہے خزانہ قفس تنگ پئے طائر زر　　لگ چکی ہے تری دولت پہ زمانے کی نظر
نگہ دولت محبوس ہے مُڑ جائے گی
پر تباہی کے لگیں گے تو یہ اُڑ جائے گی

(۱۹) اتنی محبوب ہے اٹکی ہوئی ہے تیری جان　　اسی دولت کی اداؤں پہ تو مرتا ہے جہان
حسرتیں دل میں ہزاروں ہیں تو لاکھوں ارمان　　ہو چکا ہے یہ بُرے وقت کا جاری فرمان
عاشق مال و زرِ عالم ایجاد ہیں سب
کوئی پابند نہیں خلق میں آزاد ہیں سب

(۲۰) جتنے انسان ہیں سب ایک ہی منزل آئیں　　نہ ہوں محروم صلے اپنی ریاضت کے پائیں
سب کو حق ہے کہ جئیں راحت و آرام اٹھائیں　　کوئی بھوکا نہ رہے خلق میں سب چین سے کھائیں
دہر میں غنچۂ امید ہر اک کا کھل جائے
جس کو جتنی ہو ضرورت اسے اتنا مل جائے

(۲۱) ہے یہ دشوار کرے راحت و آرام امیر　　رات دن ٹھوکریں کھاتا رہے در در کی فقیر
لے لیا وقت نے جاہ و حشم و تاج و سریر　　کل جو سیدھی تھی وہی آج ہے اُلٹی تقدیر
اپنی دولت سے بہت دور ہیں دولت والے
ہٹ گئے تخت حکومت سے حکومت والے

(۲۲) تھے جو زردار وہ عُسرت میں گرفتار ہیں آج　　کل کوئی فکر نہ تھی مجمع افکار میں آج
جھک کے ملنے کے لئے خلق سے تیار ہیں آج　　سب سے بیزار تھے جو جان سے بیزار ہیں آج
یہ سہی زر نہیں باقی ہے اگر ہاتھ تو ہے
ہو بھلا عیش کی عادت کا کہ وہ ساتھ تو ہے

(۲۳) رُک گئی بارش زر کھل گیا ابر قسمت　　آ گئی فصل خزاں باغ کی بدلی صورت
باغباں گل کو ترستے ہیں خدا کی قدرت　　اب نہ آئیں گے گئی کہہ کے بہار دولت
اڑ گیا بلبل دل گو ہے نشیمن باقی
گھر ہے بے مال کے بے پھول کا گلشن باقی

(۲۴) انقلابات زمانہ کی ہے یہ عشوہ گری　　　شاخ وہ سوکھ گئی آج جو کل تک تھی ہری
اب خزانوں میں نہیں دولت دنیا کی تری　　　اڑ گئی دل کی طرح توڑ کے شیشے کو پری
نہ رہا عیش نہ پھر دولت و جاگیر ملی
خواب اچھا تھا بری خواب کی تعبیر ملی

(۲۵) شکر سے دور تھے کفران تھا نعمت کے لئے　　　شوق بے چین تھا بڑھتی ہوئی دولت کے لئے
وسعت قلزمِ ذخار تھی قسمت کے لئے　　　دشمنِ یاد تھے خالق کی عبادت کے لئے
نہ کبھی دل میں غم عالم ایجاد آیا
جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

(۲۶) پھر بھی جو صاحب دولت ہے یہ ہے اس کا حال　　　وقت بدلا ہے بدلتا نہیں وہ اپنا خیال
وہی اسراف وہی ظلم تکبر کی چال　　　نہیں جاتا ہے مسرت میں بھی چہرے کا جلال
بندہ پرور دم گفتار کہا کرتے ہیں
لوگ ہر بات میں سرکار کہا کرتے ہیں

(۲۷) وقت کہتا ہے کہ قسمت کی برائی ہے قریب　　　مال کی تجھ کو محبت ہے اجل تیری رقیب
چھوڑنے کو تجھے تیار ہے خود تیرا نصیب　　　دوست کوئی نہیں سب ہیں تری ثروت کے حبیب
نہ یہ روئیں گے نہ یہ ہجر میں گھبرائیں گے
تو نہ ہوگا تو سب احباب چلے جائیں گے

(۲۸) ہم نے مانا کہ ہوئی گر تری دولت نہ تباہ　　　ایک دن دیکھنا ہوگی تجھے خود وقت کی راہ
غیر ہوگا مرض الموت بحال جانکاہ　　　سانس اکھڑی ہوئی ٹھہری ہوئی دولت پہ نگاہ
جان افسانۂ قاروں ہے فسانہ تیرا
تیرے انجام پہ روئے گا خزانہ تیرا

(۲۹) لے وہ وقت آ گیا وہ ہوگئی دولت بیکار　　جلد ہو جا سفر ملک عدم پر تیار
ہو رہا ہے تری اکھڑی ہوئی سانسوں کا شمار　　دیکھ ہونے لگی میراث کی باہم گفتار
گلشن زیست کا اک پھول نیا کھل جائے
چاہتا ہے یہی ہر ایک ہمیں مل جائے

(۳۰) پاسبانوں سے یہ کہہ دے رہیں ہر دم ہشیار　　اب ہوا جاتا ہے خود تجھ سے زمانہ بیزار
تیری اکھڑی ہوئی سانسوں میں ہے دولت کا شمار　　صاحب زر ہے، تجھے موت کا ڈر ہے بیکار
قدم اس سمت نہ بے اذن اٹھانے پائیں
حکم دے دے ملک الموت نہ آنے پائیں

(۳۱) تو تو کہتا ہے کہ ہیں سات ہمیں خون معاف　　پیش حق بڑھ کے یہی حشر میں کہہ دینا صاف
کر دیا قتل خطا کی تھی طبیعت کے خلاف　　چور تھے نشۂ دولت سے یہی تھا انصاف
مائل رحم کہ غصے میں خدا ہوتا ہے
دیکھنا عدل کے دن فیصلہ کیا ہوتا ہے

(۳۲) اسی دولت کی حقیقت سے ہے دنیا آگاہ　　رہی جس گھر میں اسی گھر کو کیا اس نے تباہ
سیکڑوں ہو کے رہے اسکی بدولت گمراہ　　پھر ملاتی نہیں جس وقت پھراتی ہے نگاہ
بھولتے ہی نہیں دم عشق کا بھرنے والے
حسرتیں لے کے چلے جاتے ہیں مرنے والے

(۳۳) گو ہر انسان سمجھتا تھا حقیقت اس کی　　پھر بھی دنیا کے دلوں پر تھی حکومت اس کی
تابع وقت رہا کرتی ہے ہمت اس کی　　اک زمانے میں تھی اس حد پہ جسارت اس کی
چاہتی تھی یہ بد انجام ولی سے بیعت
کی طلب اس نے حسینؑ ابن علیؑ سے بیعت

(۳۴) زور تھا دولت دنیا کا کہ خالق کی پناہ		ایک ہی نقطۂ دلکش پہ تھی عالم کی نگاہ
کم قیامت سے نہ تھا دور یزید گمراہ		کفر ہی کفر تھا اور دین کی حالت تھی تباہ
کسمپرسی تھی کہ دم چھوڑ رہا تھا اسلام
ایسی منزل تھی کہ دم توڑ رہا تھا اسلام

(۳۵) اپنی دولت پہ یزید ستم آرا کو تھا ناز		اس کی آواز پہ دیتا تھا زمانہ آواز
نہ نبیؐ تھا خیال اور نہ شریعت سے ساز		روکنا تھا کرم و رحم سے شاہی اعزاز
تھا نیا دور نئ ظلم کی ایجادیں تھیں
دل ہلاتی ہوئی مظلوموں کی فریادیں تھیں

(۳۶) تخت کو مسند محبوب خدا سمجھا تھا		بے وفائی کو وہ بد عہد وفا سمجھا تھا
کفر کو آئینہ دل کی جلا سمجھا تھا		حق کی آواز کو باطل کی صدا سمجھا تھا
چاہتا تھا کہ شرف زر کی بدولت لے لوں
گھر سے پیغمبرؐ عالم کے امامت لے لوں

(۳۷) کوئی سنتا نہ تھا اس وقت پیام اسلام		کفر کی مئے سے چھلکنے کو تھا جام اسلام
حق کی آواز سے تھا دور پیام اسلام		بدعتیں بڑھ کے بدلنے کو تھیں نام اسلام
اک نئے دین کی تبلیغ کے دلدادہ تھے
لوگ دولت کو خدا کہنے پہ آمادہ تھے

(۳۸) سارے عالم کی تھیں نظریں طرف ملک شام		حکم حق جانتے تھے لوگ یزیدی پیغام
تھے نئے بھیس میں ہر روز خدائی احکام		ہاں اگر تھا تو مدینے میں حقیقی اسلام
جس پہ سلماں کو تھا ناز وہ ایمان بھی تھا
لائے تھے روح امیں جو وہی قرآن بھی تھا

(۳۹) اہل حق کے لئے ہر روز تھا روز محشر یاس کی روئے حسین ابن علی پر تھی نظر
دل سے کہتا تھا یہی جان و دل پیغمبرؐ قوت و دولت باطل کا نہیں ہے کوئی ڈر
حق و انصاف کو پیغام ظفر دے دوں گا
وقت بیعت کا جب آئے گا تو سر دے دوں گا

(۴۰) تھے حسینؑ ابن علیؑ حجت خلّاق جہاں دبکے رہتے کسی قوت سے یہ ممکن تھا کہاں
ہو گئی گوشہ نشینی جو زمانے پہ گراں دور بیں تھی نظر بادشہ انس و جاں
مصلحت تھی وطن جد و پدر چھوڑ دیا
کر دیا وقت نے مجبور تو گھر چھوڑ دیا

(۴۱) بے خطر گھر سے چلا جان رسولؐ اسلام وطنی ذوق تھا مکہ میں کیا جا کے قیام
دولت کفر کا پہنچا یہ وہاں بھی پیغام آ گئے آپ کی خدمت میں یزیدی احکام
گھر میں اللہ کے پیمان عقیدت کر لیں
آپ اے جان نبی میری اطاعت کر لیں

(۴۲) اس کے سننے کی نہ تھی سبط پیمبرؐ کو تاب حجت حق نے دیا کفر کو خاموش جواب
چھوڑا اللہ کا گھر جمع تھے ایسے اسباب حج کو عمرے سے بدل کے وہ شہ عرش جناب
حرمت خانۂ کعبہ کو بچا کے نکلا
داغ اک کفر کے دامن پہ لگا کے نکلا

(۴۳) رخ کیا ماریہ کا کرب و بلا کی منظور مستقل اپنے ارادے میں تھا شاہ جمہور
دل سے نزدیک ہوئی جاتی تھی ہر منزل دور یہ وہ تھی راہ کہ مختار جہاں تھا مجبور
حق کو باطل سے بہر حال جدا کرنا تھا
وعدہ یوں سبط پیمبرؐ کو وفا کرنا تھا

(۴۴) آ گئی روکنے کو راہ یزیدی دولت باگ پر ڈال دیا ہاتھ بڑی کی ہمت
اس طرف قلت انصار اُدھر تھی کثرت پر دبائے نہ دبی بن میں حسینی قوت
دست معصوم بصد جاہ و حشم چوم لئے
صبح عاشور اسی دولت نے قدم چوم لئے

(۴۵) کربلا میں جو دلِ بانئ اسلام آیا بچ گیا دین نبیؐ زیست کا پیغام آیا
لے کے آغاز میں آئینہ انجام آیا کر چکا تھا جو ارادہ وہ یہاں کام آیا
طے کیا تھا نہ کروں گا تو نہیں کی بیعت
کی نہ معصومِ زمانہ نے لعیں کی بیعت

(۴۶) روزِ عاشور دکھایا وہ کمالِ ہمت جس پہ دنیا کے ہر انساں کی تصدق جرأت
یوں تو ہر رنج و مصیبت کی تھی بن میں کثرت ہوئی قائم نہ مگر پیاس کی حد شدت
ایسی منزل میں نہ تھا نام جو بیتابی کا
دشمنوں کو ترے دھوکا ہوا سیرابی کا

(۴۷) بند پانی ہوا لیکن نہ لیا دل پہ اثر گھر کے آفت میں رہی پالنے والے پہ نظر
تیر آتے رہے پیہم کیا شکر داور فرد ہے ذات تری بادشہ جن و بشر
دشت پر حول میں گھر بار لٹانے والے
مرحبا دولت اسلام بچانے والے

(۴۸) اے حسینؑ ابن علیؑ بادشہ عرش وقار دولتِ ہر دو جہاں آپ کی غربت پہ نثار
آپ گر جان قناعت ہیں تو روح ایثار سر اسلام پہ ہے آپ کے احسان کا بار
معجزہ آپ نے یہ کفر کو دکھلایا ہے
سب جسے کرتے تھے سجدہ اسے ٹھکرایا ہے

(۴۹) آئینہ صبر کا کیونکر نہ ہو دل کی قوت — مسکراتے رہے اللہ رے زور ہمت
ہو چکی اکبر و عباس جری سے فرقت — ابھی دفن علی اصغر سے ہوئی ہے فرصت
دل کی قوت میں نہ ہمت میں کمی پاتے ہیں
سر جھکائے در خیمہ کی طرف جاتے ہیں

(۵۰) صبح کے وقت جو تھی ہمت عالی ہے وہی — رخ پہ رونق ہے وہی رخ کی بحالی ہے وہی
چہرۂ پاک جمالی و جلالی ہے وہی — تھوڑی تھوڑی جو تھی رخسار پہ لالی ہے وہی
مطمئن قلب ہے تیار تباہی کے لئے
خون بے شیر کی سرخی ہے گواہی کے لئے

(۵۱) کی جلوخانۂ برباد پہ حسرت کی نظر — گو نہ تھی یاس مگر غور سے دیکھا سوئے در
سچ ہے مشہور کہ عادت سے ہے مجبور بشر — آ گیا دھیان کہ پہلو میں کھڑے ہیں اکبر
یاد آئی نہ مگر ایک کو پایا شہ نے
واہ ری قوت دل سب کو بھلایا شہ نے

(۵۲) پردۂ در خود اٹھایا کہ اکیلے تھے امام — تھے بہت شاد کہ باقی ہی نہ تھا کوئی کام
کس متانت سے بڑھے بادشہ خاص و عام — کہ ہر اک گام تھا ثابت قدمی کا پیغام
جا کے ڈیوڑھی میں رکے فکر سے کچھ کام لیا
دل کو گو عادت تکلیف تھی آرام لیا

(۵۳) فکر یہ تھی کہ ملے جلد یہاں سے فرصت — صحن خیمہ کی طرف بڑھ گئے رک کے حضرت
تھا عجب وقت عجب دور عجب کیفیت — بے کہے شاہ کے پیدا تھا سوال رخصت
دل سے مجبور تھیں پردیس تھا گھبرانے لگیں
بیبیاں دوڑ کے نزدیکِ امام آنے لگیں

(۵۴) بھر گیا صحن تو برپا ہوا ہر سو کہرام قصد شبیر پہ موقوف تھا سب کا انجام
دیکھ کے سب کو یہ فرمانے لگے شاہ انام آخری صبر کا دیتا ہوں میں تم سب کو پیام
لطف یہ ہے کہ ادا حق محبت کر دو
حق پہ مرنا ہے خوشی سے مجھے رخصت کر دو

(۵۵) یوں جو آتے ہیں تو وہ جا کے نہیں آتے ہیں یوں سمجھ لو کہ جدائی کی خبر لاتے ہیں
وقت ہم بات بھی کرنے کا نہیں پاتے ہیں اک نظر دیکھنا تھا دیکھ لیا جاتے ہیں
بشریت کا یہ وعدہ تھا وفا کرنا تھا
ایک یہ فرض بھی دنیا کا ادا کرنا تھا

(۵۶) پھر یہ فرمانے لگے بادشہ خاص و عام شکر کی جا ہے کہ باقی نہیں اب کوئی کام
خیریت سے کوئی دم میں مرا قصہ ہے تمام لوٹنے آئے گی سب کو سپہ روم و شام
صبر کی حد سے قدم کو نہ بڑھائے کوئی
بد دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھائے نہ کوئی

(۵۷) امتحاں گاہ میں ہیں ساتھ مرے اہل حرم منتظر مری آمد کی رہ ملک عدم
آج اُس صبر کی دیتا ہوں میں تم سب کو قسم جس پہ خود ناز کناں ہے مرا رب اکرم
ظلم ہوں لاکھ مگر وا لب فریاد نہ ہو
میں ہوں برباد پہ محنت مری برباد نہ ہو

(۵۸) ابھی فرماتے تھے تقریر امام عالی بڑھ کے زینبؑ نے نظر رخ پہ جوشہ کے ڈالی
عرض کی مملکت صبر و وفا کے والی خون تازہ کی ہے چہرے پہ یہ کیسی لالی
ہوک اٹھتی ہے کلیجہ کوئی برماتا ہے
دیکھنے سے جسے دل ہے کہ کھنچا جاتا ہے

(۵۹) یہ وہ منزل ہے کہ جس جا پہ ہے مجبور بشر ٹالنا چاہتا تھا بات جہاں کا رہبر
خود بخود پڑ گئی بانو کی طرف مڑ کے نظر دیکھا شہ نے نگراں غور سے ہیں جانب در
یاس و امید نیا رنگ یہ دکھلاتی ہے
رخ پہ سرخی کبھی زردی سی نظر آتی ہے

(۶۰) دل سے کہتی ہیں کہ آئے ہیں اکیلے شبیرؑ ابھی گودی میں سوئے دشت گیا تھا بے شیر
یا کسی دوست کو دے آئے ہیں شاہ دلگیر یا گیا خلق سے معصوم پڑا حلق پہ تیر
کبھی کہتی ہیں نہیں بے مرے روتا ہوگا
کبھی کہتی ہیں نہیں مر گیا سوتا ہوگا

(۶۱) دیکھ کے زینبؑ مضطر کو شہ جن و بشر وقت نازک تھا بچاتے ہوئے بانو کی نظر
دست و ابرو کے اشارے سے بتایا منظر تیر کھا کے گئے ہاتھوں پہ جہاں سے اصغر
پھر اشارے سے کہا رنج نہ کھانا زینبؑ
دیکھو بانو کو نہ یہ بات بتانا زینبؑ

(۶۲) خون معصوم ہے چہرے پہ شہادت کا گواہ ابھی کہتے تھے یہ شہ پڑ گئی بانو کی نگاہ
دل میں سمجھیں کہ ہوا گلشن امید تباہ گل وہ مرجھا گیا میں دیکھتی تھی جس کی راہ
کہا زینبؑ سے کہ جلد آپ پتا دیں مجھ کو
کیا اشارے سے کہا ہے یہ بتا دیں مجھ کو

(۶۳) مڑ کے کہنے لگے بانو سے امام دلگیر چاہتے تھے کہ بتائیں نہ تمھیں حال صغیر
مل گئی خواب ازل کی ہمیں رن میں تعبیر لو سنو گردن اصغر پہ پڑا ظلم کا تیر
کھنچ گئی روح دم تشنہ دہانی نہ ملا
دل میں تھی جس کی تمنا وہی پانی نہ ملا

(۶۴) دیکھ کے زخم گلو چاند سی اس کی صورت — مجھ سے صابر کی بدلنے لگی غم سے حالت
صبر کے بڑھ کے مرے دل کو جو دے دی قوت — میں نے جلدی سے کیا دفن بنا دی تربت
دم بدم باعث درد جگری ہے مٹی
دیکھ لو یہ مرے ہاتھوں میں بھری ہے مٹی

(۶۵) تم سے شرم آتی ہے کس طرح ملاؤں میں نظر — میں نے ہاں میں نے چھڑایا ہے تمہارا دلبر
میں سمجھتا ہوں جو گذری ہے تمہارے دل پر — بخش دو میری خطاؤں کو برائے اصغرؑ
چھ مہینے کا تھا سن اور کوئی تقصیر نہ تھی
قابلِ تیر ستم گردنِ بے شیر نہ تھی

(۶۶) دل سے بانو کے گئی سن کے خبر تاب وتواں — سامنے آ گئی سرور کے ملول و حیراں
بہ ادب عرض یہ کی بادشہ کون و مکاں — یہ بتا دیجئے قبر علیؑ اصغر ہے کہاں
گل سے ملنے کے لئے دشت میں جاؤں گی ضرور
جا کے تربت پہ میں دو پھول چڑھاؤں گی ضرور

(۶۷) دشت میں لے گئے خود آپ اسے شاہ جمہور — در حقیقت مرے بچے کا تھا نہ تھا کوئی قصور
وقت کہتا ہے کہ خالق کو یہی تھا منظور — رات دن ہجر میں اتنا تو کہوں گی میں ضرور
ہائے اس تشنہ دہانی کے میں قربان گئی
علیؑ اصغر تری پانی کے لئے جان گئی

(۶۸) اب میں کہتی ہوں سنیں بادشہ عرش مقام — دے دیا آپ نے انجام جو تھا آپ کا کام
میں ہوں ماں ہے یہ خبر موت کا میری پیغام — آ گیا صبر مجھے آپ نہ شرمائیں امام
میں سمجھتی ہوں کہ بے بس شہ جمہور تھے آپ
وقت کی ایسی نزاکت تھی کہ مجبور تھے آپ

(۶۹) صبر کی ختم ہو اس جا پہ نہ کیوں حد کمال　　　تھے جو تقریر سے رنجیدہ شہ نیک خصال
چاہتی تھیں یہ بتا دوں کہ نہیں مجھ کو ملال　　　کر دیا بانوئے مغموم نے چہرے کو بحال
تھا مسرت کا جو پیغام تو لائی نہ ہنسی
لاکھ چاہا کہ میں ہنس دوں مگر آئی نہ ہنسی

(۷۰) رخ پہ بانو کے ہنسی کا جو ارادہ پایا　　　لاکھ تھے صبر میں مشاق مگر دل بھر آیا
دیکھ کے زینبؑ مضطر کی طرف فرمایا　　　تم نے دیکھا کہ مقدر نے یہ کیا دکھلایا
یوں یو دنیا میں ہر اک بات کی حد ہوتی ہے
کام بن جاتا ہے جب اس کی مدد ہوتی ہے

(۷۱) منزل سخت تھی میداں میں جب آئے اصغر　　　غم اکبر سے زیادہ تھا مرے دل پہ اثر
جب مرے ہاتھوں پہ دم توڑ رہا تھا اصغر　　　صبر میں فرق نہ آ جائے یہی تھا مجھے ڈر
تھا خوشی سے جو ہر اک رنج گوارا مجھ کو
دے دیا پالنے والے نے سہارا مجھ کو

(۷۲) با ادب پھر کیا شبیرؑ سے بانو نے کلام　　　ماں کا دل ہے یہ بتا دیں مجھے سلطان انام
ہو کے سیراب کہ پیاسا گیا میرا گلفام　　　متکلم ہوئے یوں بادشہ عرش مقام
سوئے فردوس گئے پیاس کے مارے اصغرؑ
مختصر تم کو بتاتا ہوں سدھارے اصغرؑ

(۷۳) کمسنی میں کیا بچے نے جہاد اکبر　　　سب شہید ایک طرف ایک طرف نور نظر
تیر کھا کے نہ بجھے تشنہ لبی میں تیور　　　خوں اگلتا ہوا پیاسا گیا سوئے کوثر
کارنامہ ہوا دنیا میں یگانہ میرا
اب بڑے رنگ پہ آیا ہے فسانہ میرا

(۷۴) کہہ چکے حالت معصوم جو شاہ ذیجاہ　　وہ کلیجے پہ پڑا تیر کہ خالق کی پناہ
حال سنتی رہیں ٹھہری رہی جھولے پہ نگاہ　　تھی یہ شوہر کی اطاعت کہ نہ کی دل سے آہ
ادب شہ کی یہ حد تھی نہ بہائے آنسو
صبر کی بات رہی خود نکل آئے آنسو

(۷۵) سب سے فرمانے لگے پھر یہ شہ عرش مقام　　ہو گئی دیر بہت دن ہوا جاتا ہے تمام
اب فقط ایک وہ دینا ہے مجھے کام انجام　　جدنے کی جس کے بھروسے پہ بنائے اسلام
آج کیا پھر کے نہ تا حشر کبھی آؤں گا
یوں ہی ملتا ہوا عابد سے چلا جاؤں گا

(۷۶) کہہ کے یہ مڑ کے چلے بادشہ عرش نشیں　　پاس پہنچے تو نقاہت نے کہا ہوش نہیں
فرض کو بھول سکا ہے کوئی معصوم کہیں　　اٹھ کے خود بیٹھ گئے سید سجادؑ حزیں
راز اطاعت کے بہر حال عیاں کرتے رہے
باپ نے جو بھی دیا حکم یہ ہاں کرتے رہے

(۷۷) کبھی خالی نہیں حکمت سے کوئی فعل حکیم　　لاکھ جلدی تھی کئے راز امامت تعلیم
واجب اولاد پہ ہے اپنے پدر کی تعظیم　　کی کسی بات میں بھی پیش نہ کوئی ترمیم
شاہ دیں صبر کی تاکید کئے جاتے تھے
کیا اطاعت تھی یہ تائید کئے جاتے تھے

(۷۸) ناگہاں اٹھ کے چلے بادشہ جن و بشر　　آ گئی سامنے جلدی سے سکینہ بڑھ کر
اتنی تعجیل تھی ڈالی نہ محبت کی نظر　　جھک کے اک پیار کیا بڑھ گئے آگے سرور
وقت گو تنگ تھا الفت کے ثمر دیکھ لئے
مڑ کے شبیر نے کانوں کے گہر دیکھ لئے

(۷۹) دے کے تسکین ہر اک کو جو چلے شاہ عرب	ایک ہی شکل سے مایوس ہوئے سب کے سب
تھے نہ ہمراہ علمدار جری نیک لقب	فرض عباسؑ ادا کرنے لگیں خود زینبؑ
شہ تھے آمادہ سوئے دشت ستم جانے کو
آ گئی بڑھ کے بہن بھائی کے پہنچانے کو

(۸۰) رک کے ڈیوڑھی میں یہ کہنے لگے شاہ ابرار	یہ وصیت ہے کہ محنت نہ ہو میری بیکار
پیش آئے گی اک ایسی تمہیں منزل دشوار	سر کھلے ہوگی بھرا ہوگا یزیدی دربار
ہے خوشی پالنے والے کی نہ گھبرانا تم
برہنہ سر سر دربار چلی جانا تم

(۸۱) اجر دے گا تمہیں محشر میں دو عالم کا رب	چاہئے بخشش امت کے لئے کوئی سبب
کہہ چکے خواہر مضطر سے جو سلطان عرب	سرنگوں ہوگئیں یہ سن کے جناب زینبؑ
پہلے کی عرض کہ سر برہنہ شرماؤں گی
پھر کہا رک کے نہیں بھائی چلی جاؤں گی

(۸۲) مل کے ناموس پیمبر سے شہ جن و بشر	پردۂ در کو اٹھاتے ہوئے آئے باہر
نہ تو چہرے پہ اداسی تھی نہ مایوس نظر	دھن میں وعدے کی تھی اپنی نہ عزیزوں کی خبر
صبر کا حق رہ خالق میں ادا کرنے لگے
دیکھ کے سوئے فلک شکر خدا کرنے لگے

(۸۳) یاد کرتے رہے بھائی کو امام دلگیر	آ گئی سامنے سقائے حرم کی تصویر
فکر تھی دھوپ میں خاموش کھڑے تھے شبیرؑ	سچ ہے مشہور کہ ہر خواب کی ہے اک تعبیر
یہ تو طے تھا کہ وفادار بڑے ہیں عباسؑ
اپنے سائے کو یہ سمجھے کہ کھڑے ہیں عباسؑ

(۸۴) منتظر دیر سے شبیرؑ کا تھا لشکر شام یاں برآمد ہوئے خیمے سے شہ خاص و عام
اہلبیتؑ نبوی میں تھا غضب کا کہرام کہ ہوا رخش پہ اسوار دو عالم کا امام
صرف ارادے پہ دل سیدؑ ابرار بڑھا
باگ کو ہاتھ لگایا تھا کہ رہوار بڑھا

(۸۵) اس قدر تیز چلا رن کو علیؑ کا جانی تشنگی ساتھ رہی چھوٹ گئی حیرانی
ہر قدم پر ہوئی پیاسے کے لئے آسانی ہو گئی دھوپ بیاباں کی نظر میں پانی
تشنگی کی جو حقیقت میں تھی شدت نہ رہی
رخ پہ آئی جو بحالی تو وہ صورت نہ رہی

(۸۶) تھے جو تنہا تو ہوئی ساتھ خدا کی رحمت دل میں پہلے سے تھی محفوظ علیؑ کی قوت
بہر تائید تھی ہمراہ الٰہی قدرت یاد عباسؑ کی آئی ہوئی دونی ہمت
پھر گئی آنکھوں میں تصویر وفاداری کی
جنگ کی راستے سے آپ نے تیاری کی

(۸۷) رخش پر بیٹھ گئے جم کے مثال حیدرؑ دفعتاً بڑھتے ہوئے غیظ نے بدلے تیور
ید قدرت نے کسی جنگ پہ مضبوط کمر ڈال دی قبضۂ شمشیر پہ شیرانہ نظر
قسمت افواج کی سدرہ کے مکیں نے الٹی
آستیں شاہ کی جبریلؑ امیں نے الٹی

(۸۸) تھے رواں مثل علیؑ رن کو امام ابن امام راستہ دیکھ رہی تھی سپہ روم و شام
بڑھ کے ہیبت نے کہا موت کا لائی ہوں پیام باندھ کے حق پہ کمر آ گیا جان اسلام
ناگہاں دین کی قسمت کا خوش اختر پہنچا
وقت محتاج تھا جس کا وہ پیمبر پہنچا

(۸۹) رخش کو روک کے میدان میں ٹھہرے شہ دیں　　قلب لشکر کا ہلا کانپ گیا دشت کیں
ہمتیں سب کی رہ ظلم و ستم بھول گئیں　　ہو گئی صورت دیوار صف فوج لعیں
نہ رہی خوف سے وہ صورت لشکر باقی
رہ گئے سامنے بے روح کے پیکر باقی

(۹۰) دیکھ کے خاص نظر سے طرف لشکر شر　　متکلم ہوئے یوں بادشہ جن و بشر
تن تنہا ہوں مرے دل کو نہیں کوئی خطر　　ہو گیا حشر لٹا دشت بلا میں مرا گھر
آن واحد کو پریشاں دل مضطر نہ رہا
رہ گیا پیر شباب علیؑ اکبر نہ رہا

(۹۱) مسکراتا ہوں چمکی ہوئی تلواروں میں　　فرد عالم ہوں مئے عشق کے سرشاروں میں
منتخب کیوں نہ ہوں دنیا کے وفاداروں میں　　ایک ہوں مرضئ داور کے خریداروں میں
جادۂ حق کی ہے معلوم حقیقت مجھ کو
خضر بھی جانتے ہیں خضر طریقت مجھ کو

(۹۲) تشنہ کامی کا گلا ہے نہ مصیبت کا ہے غم　　ہر بلا کے ہے مقابل مرا صبر پیہم
نہ کیا فرقت عباسؑ دلاور کا الم　　بعد میرے مرا ہر ہاتھ کرے گا ماتم
نہ غم فرقت اولاد کرے گی دنیا
ہر مصیبت میں مجھے یاد کرے گی دنیا

(۹۳) حشر تک مثل خضر کام کرے گا مرا نام　　موت لائے گی حیات ابدی کا پیغام
زندگی نے مری توڑے ہیں خودی کے اصنام　　میرے کردار کو سمجھے گا زمانہ اسلام
علم احمد کا ید اللہ کی عصمت بھی ہے
ایک مرکز پہ نبوت بھی امامت بھی ہے

(۹۴) ہو حقیقت میں نئی طرز جفا کے بانی　　عقل کے واسطے تم ہو سبب حیرانی
تم نے توڑا عربی آئینۂ مہمانی　　خلق میں تم نے جھکا دی نظر انسانی
تم نے بچوں کو دم تشنہ دہانی نہ دیا
میں تو میں اصغرؑ بے شیر کو پانی نہ دیا

(۹۵) مجھ پہ وعدے کی نظر ہے مجھے وعدے کا خیال　　نہ ملے گی مرے ایثار کی دنیا میں مثال
تشنگی کے ہے کمالات میں اک یہ بھی کمال　　وہ کیا صبر کہ خود اٹھ گیا پانی کا سوال
مجھ کو وہ تشنہ دہانی میں مزا ملتا ہے
تشنہ کاموں کو جو پانی میں مزا ملتا ہے

(۹۶) خلق سے جاؤں گا میں حق کا سنا کے پیغام　　ہو سکے گا نہ ملک سے جو کیا میں نے کام
تین دن ہو گئے دیکھا نہیں پانی کا جام　　تشنۂ آب ہوں میں پھر بھی نہیں تشنہ کام
خنکیٔ صبر سے مضطر دل ناشاد نہیں
کب مجھے پیاس لگی تھی یہ مجھے یاد نہیں

(۹۷) ہر مصیبت پہ میں دل شاد کئے جاتا ہوں　　نہ میں نالے نہ میں فریاد کئے جاتا ہوں
خود بھرے گھر کو کو برباد کئے جاتا ہوں　　ساری دنیا کو میں آباد کئے جاتا ہوں
گر زمانے سے تعلق ہے ہر اک غم کے لئے
وقت کی قید نہ ہوگی مرے ماتم کے لئے

(۹۸) کام تعجیل میں دو چار کئے جاتا ہوں　　دشت کو روکش گلزار کئے جاتا ہوں
زندگی کفر کی بیکار کئے جاتا ہوں　　غش سے اسلام کو ہشیار کئے جاتا ہوں
یہ کہے گا مجھے ہر راہ پہ آنے والا
سو گیا دین کی قسمت کا جگانے والا

(۹۹) غم سے ہر گام پہ میں ساز کئے جاتا ہوں　　حق کے عالم پہ عیاں راز کئے جاتا ہوں
اپنے اللہ پہ میں ناز کئے جاتا ہوں　　ذرے ذرے کو ہم آواز کئے جاتا ہوں
یاد دنیا کو مری شان وفا آئے گی
در و دیوار سے حق حق کی صدا آئے گی

(۱۰۰) غم زمانے کے لئے عام کئے جاتا ہوں　　دین کے ختم اہم کام کئے جاتا ہوں
کار جد کا میں سر انجام کئے جاتا ہوں　　آج اسلام کو اسلام کئے جاتا ہوں
سب کہیں گے کہ ولی ابن ولی زندہ ہے
حشر تک دین حسینؑ ابن علیؑ زندہ ہے

(۱۰۱) خدمت خلق میں ہر آن کئے جاتا ہوں　　یعنی ایمان کو ایمان کئے جاتا ہوں
دین احمد پہ یہ احسان کئے جاتا ہوں　　ان کی تصویر کو قربان کئے جاتا ہوں
کیوں نہ اسلام سے لے داد مقدر میرا
امت جد پہ فدا ہو گیا اکبرؑ میرا

(۱۰۲) بند میں ظلم کی ہر راہ کئے جاتا ہوں　　ختم رسم حشم و جاہ کئے جاتا ہوں
خلق کو خیر سے آگاہ کئے جاتا ہوں　　فقر کو دل کا شہنشاہ کئے جاتا ہوں
زر سے نفرت ہو جسے صاحب جوہر ہے وہی
جو قناعت میں ہو مشّاق تونگر ہے وہی

(۱۰۳) کفر کا لاکھ کا گھر خاک کئے جاتا ہوں　　پردۂ جور کو میں چاک کئے جاتا ہوں
قصۂ جور و ستم پاک کئے جاتا ہوں　　دین، دینِ شہ لولاک کئے جاتا ہوں
کارنامے نہ مرے خلق بھلائے گی کبھی
حشر تک حق پہ کوئی آنچ نہ آئے گی کبھی

(۱۰۴) خلق کو صبر میں مشاق کئے جاتا ہوں　　اپنی آواز کا مشتاق کئے جاتا ہوں
کام جتنے ہیں وہ سب طاق کئے جاتا ہوں　　حق تبلیغ کو بے باق کئے جاتا ہوں
عام ہو جائے گی دنیا میں شریعت میری
اب ہر انسان پہ واجب ہے محبت میری

(۱۰۵) دن کو دن رات کو میں رات کئے جاتا ہوں　　اک بڑی اور نئی بات کئے جاتا ہوں
نسل آدم میں مساوات کئے جاتا ہوں　　سب کو اسلام میں اک ذات کئے جاتا ہوں
تخم الفت کا دل خلق میں بوتا ہوں میں
آج سے دولت و غربت کو سموتا ہوں میں

(۱۰۶) صرف تبلیغ ابھی تھا پسر شاہ نجف　　بڑھ کے فوج آ گئی حملے کے لیے چار طرف
ایک ہی وقت میں بجنے لگے چنگ ونئے ودف　　وقت نے روک دیا یا رک گیا زہرا کا خلف
جن کا چلتا تھا خطا جانب شبیر چلے
محسن خلق پہ پڑنے کے لئے تیر چلے

(۱۰۷) امتحاں گاہ میں تھی پیاس کی پوری شدت　　مگر اعجاز نمائی کی نہیں تھی حاجت
آپ لڑتے رہے جب تک رہی تن میں قوت　　جنگ شبیر میں پنہاں تھی دفاعی صورت
حملہ ور خود بھی ہوئے فوج کا حملہ روکا
پیاس کے زور میں سب کو تن تنہا روکا

(۱۰۸) قصہ کچھ اور تھا کچھ اور ہی کرنا تھا کام　　میان سے کھینچ تو لی دشت بلا میں صمصام
حملہ ور ہو تو گئے بادشہ عرش مقام　　نہ لڑے غیظ کے جذبے سے شہ تشنہ کام
لاکھ تعجیل تھی وعدے کو وفا کرنا تھا
اصل میں رسم شجاعت کو ادا کرنا تھا

(۱۰۹) تھا دم جنگ و جدل بحر عطش طوفانی　　روک کے ہاتھ کو لڑتا ہے وفا کا بانی
جبر کی عشق سے ہر گام پہ تھی آسانی　　سختیاں پیاس کی ہو جاتی تھیں بڑھکے پانی
اسقدر خشک تھے لبمرحلہ آسان نہ تھا
غیظ میں ہونٹ چبانے کا بھی امکان نہ تھا

(۱۱۰) شاہ دیں کو کسی غم نے نہ پریشان کیا　　دشت کو وقت جدل حشر کا میدان کیا
دنگ ہو عقل بشر کام وہ ہرآن کیا　　مرحلہ پیاس کا تھا صبر نے آسان کیا
کوئی تدبیر سکون دل بیتاب نہ کی
تشنہ لب اٹھ گئے لیکن طلب آب نہ کی

(۱۱۱) مر گئے سب تو کیا شکر خدائے متعال　　سب کی لاشوں کو اٹھایا یہ تھا محنت کا کمال
امتحاں گاہ میں قائم حد استقلال　　لطف یہ ہے کہ کسی وقت بھی آیا نہ جلال
صبر نے بار الم دل کو اٹھانے نہ دیا
داغ اکبر کی جدائی کا بھی آنے نہ دیا

(۱۱۲) ایسی ہمت کا ہو کیوں نکر نہ زمانہ قائل　　جو جہاں کی کسی مشکل کو نہ سمجھے مشکل
نہ بجھا جنگ کے میدان میں اللہ رے دل　　آخری پیاس کی حد صبر کی پہلی منزل
نہ کوئی ظلم کا شکوہ ہی نہ گھبرائیں ہیں
امتحان گاہ میں جیسے یہ ابی آئیں ہیں

❁❁❁